نُورُ الطَّالِبِين

فِی تَرجَمَۃِ

إِجَابَةِ السَّائِلِین

سوالاً جواباً

استاذ محترم
مولانا عبد القدوس عطاری مدنی
مرتب
اسید رضا عطاری
احمد رضا خان عطاری

جامعہ المدینہ حبیبیہ مسجد دھوراجی کالونی کراچی

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، محمدٍ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔
دینِ اسلام کی بنیاد صحیح عقائد پر قائم ہے اور یہی عقائد انسان کے ایمان عمل اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ اہلِ سنت وجماعت کا مسلک صدیوں سے قرآن وحدیث اور اسلافِ امت کے فہم پر قائم ایک مضبوط اور معتدل راستہ ہے جس نے امت کو افراط وتفریط سے محفوظ رکھا ہے۔ مگر آج کے دور میں نت نئے شبہات فکری انتشار اور گمراہ کن نظریات کے پھیلاؤ نے خصوصاً طلبہ اور عام مسلمانوں کے لیے صحیح عقیدہ سمجھنا مشکل بنا دیا ہے۔
بحمد اللہ تعالی کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں ضروریاتِ دین، عقائدِ اہلسنت ومعمولات اہلسنت سے متعلق کتب نصاب کا حصہ ہے۔ انہی کتابوں میں سے ایک کتاب "إجابۃ السائلین عن عقائد المسلمین" نہایت اہم اور مفید علمی کاوش ہے، یہ کتاب درجہ ثالثہ (third year) کے نصاب میں شامل ہے۔ جس کی تدریس ششماہی ثانی میں کروائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں عقائدِ اہلِ سنت سے متعلق 19 بنیادی اور اہم سوالات کو نہایت سادہ، مدلل اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔
جامعۃ المدینہ حبیبیہ درجہ ثالثہ کے دو طالب علم نے اس کتاب کا اردو ترجمہ اپنی محنت اور لگن سے کیا جو کہ اردو دان طبقے تک پہنچانے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔
یہ ترجمہ محمد اسید رضا عطاری اور احمد رضا خان عطاری کی کاوش کا ثمرہ ہے، جنہوں نے کلاس کے لیکچر کے دوران بیان کئے جانے والے معانی کو لکھ لیتے۔ اس کے بعد گھر جا کر اس کی کمپوزنگ کا کام کرتے۔ یوں بتدریج اس کتاب کو ان طلباء نے مکمل کیا۔ اسی کے ساتھ کتاب کی ابتداء میں چالیس فیصد سے mcqs بھی تیار کئے ہیں جو کہ کنز المدارس بورڈ کا امتحان دینے والوں کے لئے معاون ہو سکتے ہیں۔
یہاں ایک اہم بات بطور ترغیب کے عرض کرنا چاہوں گا۔ جب ششماہی ثانی کا آغاز ہوا تو محمد اسید رضا عطاری نے ایک طالب علم کے ذریعے مجھ تک یہ پیغام پہنچایا کہ "استاد صاحب سے کہے اس بار مجھے بھی کوئی کام دیں" طالب علم کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے میں نے ان کی ذمہ داری لگا دی اس کتاب کا اردو ترجمہ آپ کریں گے۔ آسانی کے لئے کچھ طریقہ بتا دیا اور ایک محنتی، مخلص طالب علم محمد احمد رضا خان کو ان کا معاون بنا دیا۔ جو ان کی معاونت کرتے رہے۔ اس طرح یہ کتاب آہستہ اہستہ مکمل کر لی گئ۔
آپس میں مشاورت کے بعد اس کتاب کا نام "نور الطالبین فی ترجمۃ احابۃ السائلمین" رکھا گیا ہے۔
ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، مترجمین کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، اسی طرح تبلیغ دین کا کام تحریرا تقریرا یہ کرتے رہیں۔ اہلسنت وجماعت مسلک اعلی حضرت پر ہم سب کو اللہ پاک ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

مدرس: ابو معاویہ عبد القدوس عطاری مدنی

ہدیہ تشکر:-

تمام تعریفیں اس خالق ارض وسماوات کے لیے جس رب کریم وحدہ لاشریک ذات نے ہمیں پیدا فرمایا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا امتی اور اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا چاہنے والا بنایا۔

بے انتہا درود وسلام ہوں شافع روز جزا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اقدس پر کہ جن کی تعلیمات تا صبح قیامت تمام انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

یہ کتاب نور الطالبین فی ترجمۃ اجابۃ السائلین عن عقائد المسلمین ہماری ایک عاجزانہ کاوش ہے جسے ہم نے اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے اور امت کی رہنمائی اور اصلاح کے لیے دینی عقائد پر مشتمل سوالات کے شرعی اور علمی جوابات کی غرض سے ترتیب دیا ہے۔

یہ کاوش میرے رفیق حافظ محمد اسید عطاری کی رفاقت اور میرے مشفق اور مربی استاد محترم علامہ عبد القدوس عطاری مدنی صاحب کے زیر سایا بحمد اللہ مکمل ہوئی اور یقیناً اتنی بڑی کاوش ان کی بے لوث محنت اور علمی بصیرت کے بغیر پایہ تکمیل تک نہ پہنچ پاتی۔

ہم اپنے رب کے حضور دست دعا دراز کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس ادنی سی کاوش کو قبول فرمائے، اسے اس امت کے لیے نفع بخش بنائے اور ہم سب کے لیے ذریعہ مغفرت ونجات بنائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اس کاوش میں یقیناً غلطی کا احتمال موجود ہے کہ جہاں اس قدر بڑی ذمہ داری ہو وہاں بتقاضائے بشریت غلطیاں بھی ہو ہی جاتی ہیں۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور خطاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

اگر آپ اس کتاب میں کہیں کوئی غلطی پائیں تو اس نمبر 03182163647 پر اصلاح فرمائیں اور ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ہمارے عقائد کی حفاظت فرمائے اور ہم سے دین کا کام لے لے، اللہ کریم ہمارے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے، اساتذہ اور والدین کا مطیع وفرمانبردار اور سچا پکا عاشق رسول بنائے، ایمان پر اور مسلک اعلی حضرت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

یہ کتاب 22 رجب المرجب 1447 ہجری کاتب وحی صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مبارک یوم کو مکمل ہوئی، اس کو آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں بطور ایصال ثواب تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

فقط طلبائے جامعہ ھذا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السوال الاول : کیا کہنے والے کا قول (اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو ضرور دنیا، جنت دوزخ اور آسمانوں کو پیدا نہ کیا جاتا) صحیح ہے ؟اور کیا یہ دین کے اصول اور اس کی بنیادوں سے ٹکراتو نہیں ؟

الجواب : اس بات میں کوئی شک نہیں کے یہ بات بلکل صحیح اور سچ ہے۔اور یہ متعدد احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔

امام الدَّیلِمیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی جو اس بات کی تائید کرتی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا((اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو نہ پیدا کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو نہ پیدا کرتا۔))اور وہ قول جو سوال میں ذکر کیا گیا تو وہ اصول دین اور اس کے قواعد کے خلاف نہیں بلکہ کہ یہ روایات کی اور علماء کرام کے اقوال کی تائید کرتا ہے۔

السوال الثانی : کیا نبی کریم ﷺ نور ہیں یا بشر ؟

الجواب : حضور نبی کریم ﷺ ظاہری اعتبار سے بشر ہیں جیسا کہ اس کی خبر قرآن نے دی:

{قُلْ سُبحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرَ الرَّسُولًا }

ترجمہ: تم فرماؤ میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

اور اس بات کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں۔جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا: { قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورُ وَ كِتٰبٌ مُّبِينٌ }

بیشک اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ذات گرامی ہے۔جیسا کہ تفسیر ابن عباس، تفسیر طبرانی، الرازی، البیضاوی، جلالین، الخازن، النسفی، الصاوی اور اس کے علاوہ کتب معتمدہ (یعنی جن پر اعتماد کیا جا سکے) میں ہے۔آپ کی نورانیت اور بشریت میں علماء کے درمیان کوئی منافاۃ نہیں ہے۔

السوال الثالث : کیا نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں حیات ہیں ؟، اور آپ ﷺ کے حیات ہونے کا ہماری زندگی پر کیا اثر ہے ؟

الجواب انبیاء کرام علیہما السلام کی وفات کے بعد حیات بلکل حق اور صحیح ہے۔اور یہ قرآن مجید سے اور احادیث سے ثابت ہے۔

پس بیشک اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے :{قُلْ سُبحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرَ الرَّسُولًا }

{اور جو اللہ کی راہ میں شھید کے گئے ہر گز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے}

یہ آیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد بھی حیات پر مفہوم موافقۃ کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔

اور ان کا مقام شھداء سے بلند ہے۔اور حضور علیہ السلام کی حیات پر لفظ کے عموم کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔

اللہ پاک نے ان کے لئے نبوت کو شھادۃ کے وصف کے ساتھ جمع کر دیا اور امام سیوطی رحمہا اللہ تعلی علیہ فرماتے ہیں: کہ کوئی بھی نہیں مگر اللہ تعلی نے ان کے ساتھ وصف نبوت شھادت کے ساتھ جمع کر دیا۔پس یہ آیت لفظ کے عموم میں داخل ہے

اس پر دلالت کرنے والی احادیث:

- امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے: کہ بیشک جس دن آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔
- ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (وانبیاء کراما پنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں)۔
- ابوداؤد اور بیہقی نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بیشک اللہ پاک نے زمین پر حرام کردیا کے انبیا کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں حقیقی طور پر حیات ہیں اپنے روح اور جسم کے ساتھ۔ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور سلام بھیجنے والوں کو سلام کا جواب دیتے ہیں، اپنی امت کی شفاعت اور مغفرت کی دعا فرماتے ہیں جیسا کہ خود حضور ﷺ نے اس کی خبر دی۔ علماء واسلاف کے اقوال میں انبیاء کرام کے حیات ہونے کے ثبوت میں کثیر اقوال ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

السوال الرابع: کیا حضور ﷺ کی وفات کے بعد بیداری میں حضور ﷺ وسلم کا دیدار ممکن ہے؟ اور اس معاملے کی کیا حقیقت ہے

الجواب: جی ہاں حضور ﷺ کا دیدار حضور ﷺ کی وفات کے بعد حالت بیداری میں ممکن ہے، بلکہ بعض صالحین سے واقع ہوا ہے، اور کوئی عقلی یا شرعی رکاوٹ نہیں جو اس مانع ہو، اور حدیث جو اس بات پر دلالت کرتی ہے جو امام بخاری نے روایت کیا: (جو مجھے خواب میں دیکھے عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا، اور شیطان ہرگز میری مثل صورت اختیار نہیں کرسکتا)

السوال الخامس: امت اسلامیہ جو حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی محفل منعقد کرتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ محفل سجانے پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: اہل اسلام ہمیشہ تمام گوشوں اور شہروں میں حضور ﷺ کی ولادت کی محفل سجاتے ہیں۔ اور اس کی اصل قرآن پاک اور حدیث اور علما کرام کے اقوال اور افعال سے ثابت ہے۔

اگر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ بھی ہوتی تب بھی یہی کافی تھا کہ شریعت نے اسے منع بھی نہیں کیا۔

حضور ﷺ کی ولادت شریف کی محفل مختلف زمانوں میں، مختلف صورتوں کے ساتھ، یا توروزہ رکھنے کے ساتھ، یالونڈی آزاد کرنے کے ساتھ یا کھلانے کے ساتھ، یا ذکر مصطفی ﷺ پر جمع ہونے کے ساتھ، یا درود پاک پڑھنے کے ساتھ، یا شمائل شریف کو سننے کے ساتھ یا تلاوت قران کے ساتھ محفل سجائی جاتی رہی ہے۔

پہلے کے دور میں منعقد ہونے والی محفل میلاد کا ہمارے دور میں منعقد ہونے والی محفل میلاد کے طرز پر نہ ہونا اسے ممنوع نہیں کردیتا، کیونکہ اس کی اصل شریعت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ جو مصحف ہمارے پاس موجود ہے کہ اس کا پہلے زمانے میں اعراب، اشارے، رکوع اور آیتوں کی علامات وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس سے منع نہیں کیا گیا (یعنی جو جدید ایڈیشن میں جو مصحف ہمارے ہاتھ میں موجود ہے اس سے منع نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ پہلے زمانے میں نہ تھا)۔ اور اسی طرح تراویح کی جماعت کے بارے میں کہ یہ عھد نبوی ﷺ میں نہیں تھی۔

بہر حال جو بعض علماء کرام نے مولد شریف کی محفل سجانے سے انکار کیا ہے تو انہوں نے اصل سے منع نہیں کیا بلکہ جو انہوں نے بعض فاسد رسومات کے بارے میں سُنا یا مشاہدہ کیا جیسے لہوُلعب، عورتوں کا مردوں سے اختلاط ہونا تو ہم بھی اس طرح کی محفل سجانے سے منع کرتے ہیں جو کسی بھی غیر شرعی امر پر مشتمل ہو چاہے وہ محفل مولد شریف کی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور محفل ہو۔

السوال السادس : کیا اللہ عزوجل کے اس قول:{ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا } [النساء:64] (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔) کا حکم قیامت کے دن تک باقی ہے یا یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے ساتھ ختم ہو گیا؟

الجواب : اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکم قیامت تک باقی ہے. اور کیوں نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق کے لئے دونوں جہانوں میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں سب سے بڑا وسیلہ ہیں، اور کیونکہ آپ سراپا رحمت ہیں کہ یہ آیت مطلق ہے اور اس کو نہ کسی نص کے ساتھ مقید کیا جائیگا اور نہ کسی دلیل عقلی کے ساتھ۔ اس آیت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس حکم کو حضور ﷺ کی ظاہری حیات سے مقید کرے، یہ حکم قیامت کے دن تک باقی ہے، قرآن میں ہمیشہ لفظ عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خصوصیت سبب کا۔

اور جو سوچے کہ یہ آیت حضور ﷺ کی حیات کے ساتھ یا کسی خاص واقعے کے ساتھ خاص ہے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ کیونکہ اطلاق اصل ہے اسے دلیل کا حاجت نہیں ہوتی۔ اور تقید وہ ہے جس کے لیے دلیل کی حاجت ہو۔ اور یہی بات مفسرین نے سلف کے اثار کی روشنی سے التزامی طور پر سمجھی ہے
اکثر فقہاء نے اس آیت کو نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے مستحب ہونے پر دلیل بنایا ہے اور امام غزالی نے اسے اپنی کتاب 'احیاء العلوم' میں ذکر کیا ہے۔
امیر المومنین ابو جعفر منصور نے امام مالک سے سوال کیا: کہ میں قبلے کی طرف رخ کر کے دعا کروں یا پھر حضور ﷺ کی طرف رخ کرکے۔ تو امام مالک نے ارشاد فرمایا: تم ان سے اپنا چہرہ کیوں پھیرتے ہو؟ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت کے دن اللہ پاک کی بارگاہ میں وسیلہ ہوں گے تو تم ان کی طرف رخ کرو اور ان سے شفاعت مانگو تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: { وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ } [النساء:64] الخ۔ پس ہمارے لئے ان جلیل القدر شخصیات کی پیروی ہی کافی ہے۔

السوال السابع : حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد دعا میں آپ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے؟

الجواب : لغت میں وسیلہ یہ ہے کہ جس کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے، اور شریعت کے عرف میں وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اللہ پاک کا قرب حاصل کیا جائے، چاہے وہ نیک اعمال ہوں یا نیک لوگ ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور نیک چیز ہو۔ اور یہ جائز ہے اور قران پاک، اور احادیث اور علماء کے اقوال وافعال سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے قران مجید میں دو مقامات پر وسیلے کا ذکر فرمایا ہے: پہلی جگہ: اس قول کے ساتھ وسیلہ کا حکم فرمایا:{ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ } [المائدہ :35]
ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

دوسری جگہ: ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو وسیلہ ڈالتے ہیں اللہ پاک کی بارگاہ میں: { أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا } [الاسرا:57]

ترجمہ: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

اور بہت سے احادیث میں نیک بندوں اور نیک چیزوں کے وسیلے کا ذکر آیا ہے۔ان احادیث میں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعلی عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے جس ایک نابینا شخص کا ذکر آیا ہے کہ: جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں حکم دیا کہ نبی کو وسیلہ بنا کر دعا کرو تو اللہ پاک نے ان کی بینائی لوٹا دی، اور انہی احادیث میں سے ایک حدیث جسے بخاری شریف سے روایت کیا گیا ہے کہ [جب مدینہ پاک میں قحط پڑا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے وسیلے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا فرمائی تو بارش نازل ہو گئی۔]

بہر حال وسیلے کے جائز اور مستحب ہونے میں اسلاف کے کثیر اقوال ہیں اور تبرک، استمداد اور استعانت یہ تمام کے تمام اللہ پاک کی طرف پہنچنے کے مختلف وسیلے ہیں۔

السوال الثامن: اللہ عزوجل کے بندوں سے استعانت (مدد طلب کرنے) اور استمداد (مدد مانگنے) اور ان اسباب کو اختیار کرنے جو اللہ نے مخلوق کے لیے بنائے ہیں اس کا کیا حکم ہے اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

الجواب: استعانت اور استمداد سے مراد مدد اور طاقت کا طلب کرنا ہے۔پس عالم اور اس کے ذرات تمام کے تمام حقیقت میں اللہ سے ہر وقت ہر لحہ مدد طلب کرتے ہیں اس لیے کہ عالم کا ذرہ ذرہ اللہ کا محتاج ہے اور وہ اللہ کے قائم رکھنے کے ساتھ قائم ہے۔اور عالم کو قائم رکھنا اور اس کی مدد ان اسباب میں سے کسی سبب سے کرنا جنہیں اللہ تعالی نے ہی بذات خود پیدا فرمایا ہے اللہؐ کے قانون میں سے ہے۔بس جس طرح ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہؐ تعالی ہی اکیلا حقیقی مددگار ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ بے شک اللہؐ تعالی ہی ان اسباب کو پیدا کرنے والا ہے جن کے سبب سے عالم اور وہ سب قائم ہے جو اس میں موجود ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی اسے فنا کرنے کا حکم فرمادے۔پس مسلمان جب بھی اللہ کی مخلوقوں میں سے کسی مخلوق سے مدد طلب کرے گا تو وہ اس بات پر ایمان لانے کے بعد اس سے مدد طلب کرے گا کہ اللہ تعالی ہی حقیقی مددگار مالک اور خالق حقیقی ہے، اور میں جس چیز سے مدد طلب کر رہا ہوں وہ سبب محض ہے اس میں تکلیف دور کرنے اور نفع پہنچانے کی کوئی تاثیر نہیں مگر اللہؐ عزوجل کے پیدا کرنے کے ساتھ۔اور اسی لیے جب کوئی مسلمان کسی بھی بیماری کو دور کرنے کے لیے دوائی لیتا ہے تو وہ کہتا ہے "اللہ تعالی ہی شفا دینے والا ہے" پس اس کا دوائی لینا بیماری کو دور کرنے کا سبب ہوتا ہے اور عاقل اس کے سبب محض ہونے کے اعتقاد کے بعد اس کا انکار نہیں کرتا۔پس اسی طرح ہر وہ مسلمان جس نے مخلوق کے اسباب میں سے کوئی سبب لیا اور اس سے مدد حاصل کی چاہے کوئی انسان ہو یا کوئی دوسری چیز ہو تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس مسلمان سے اچھا گمان رکھیں۔

اور استعانت، استمداد، اور استغاثہ سب کچھ جائز ہے اور قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔اور وہ جو اس کا انکار کرتا ہے تو اس کا عمل جو اس نے اس کے بارے میں کہا اس کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ ہر انسان اپنی زندگی کے لمبے عرصے سے کثیر لوگوں اور اشیاء اور آلات سے کثیر معاملات میں مدد طلب کر رہا ہے، پس لوگوں سے مدد طلب کرنا یہ مجاز سببی ہے اور اللہؐ سے مدد طلب کرنا مجاز حقیقی ہے کیونکہ وہ ہر سبب کا پیدا کرنے اور ایجاد کرنے والا ہے۔

بہر حال قرآن سے اس کا ثبوت: پس اللہ فرماتا ہے: { وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ }

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

پس یہاں ہمارے رب نے ہمیں بھلائی کے کاموں پر دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم دیا ہے، تو مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے کے سات کثیر معاملات پر تعاون کرنے کے سبب مشرکین نہ ہوئے تو وہ اپنے معاملات میں مدد طلب کرنے کا سبب مشرکین کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا تعاون کرنے اور مدد طلب کرنے کے درمیان ایسا کوئی فرق ہے جو شرک کا سبب بنے؟

اور اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:{ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ - هٰرُوْنَ اَخِي - اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ - وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ}"اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔"

پس یہ اللہ کے نبی حضرت موسی علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالی سے سوال کر رہے ہیں کہ وہ ان کے لیے ان کے بھائی حضرت ھارون علیہ السلام کو ان کے معاملہ میں مددگار بنادے، کیا یہ ایک نبی کا اپنے بھائی سے مدد طلب کرنا نہیں ہے؟

اللہ تعالی کا قول حضرت ذوالقرنین سے بطور حکایت: "تو تم میری مدد قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔"

اس وقت حضرت ذلکرنین نے ترکیہ کی قوم سے مدد طلب کی اور ان کے کام کی قوت اور ان کے آلات اور ان کے ماہرین سے مدد چاہی پس انہوں نے قوم والوں کے لیے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے ایک مضبوط دیوار اور پختہ آڑ بنادی، تو دونوں طرف کی مدد سے آڑ تیار ہو گئی؛ قوم ترک کا پہلی مرتبہ حضرت ذوالقرنین سے مطلب کرنا اور حضرت ذوالقرنین کا دوسری مرتبہ قوم ترک سے اسباب تیار کرنے کے لئے مدد طلب کرنا، اور یہ حقیقت میں رب سے مدد طلب کرنا ہے۔

اور بہر حال حدیث مبارکہ سے اس کا ثبوت، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-((اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے))

پس دیکھ جوامع الکلیم شخصیت کی جانب سے ایک ہی عبارت میں حقیقت اور مجاز پر مشتمل کیسا کلام آیا۔ پس بندے کے لئے اللہ تعالی سے مدد طلب کرنا حقیقی مدد طلب کرنا ہے اور بندے کا بندے سے مدد طلب کرنا مجازی مدد طلب کرنا ہے اس طور پر کہ اللہ تعالی بندے کو بندے کے لیے پشت پناہ اور مددگار بناتا ہے۔

اور حضور ﷺ کا راستے کے حقوق کے بارے میں فرمان: ((مصیبت زدہ کی فریادرسی کرو اور راستہ گھمے ہوئے کی رہنمائی کرو))

پس حضور ﷺ نے مدد کی نسبت بندے کی طرف کی اور مدد کی بندے کی طرف اضافت کی اور بندے کو اس بات پر ابھارا کہ ان میں سے بعض بعض کی مدد کریں۔

اور اس باب میں احادیث اور نشانیاں کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور علماء کے اقوال بھی اتنے ہیں کہ تمہارے لیے انہیں شمار کرنا ممکن نہیں۔

السوال التاسع : برکت حاصل کرنے کا کیا حکم ہے اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

الجواب : جان لو کہ تبرک نہیں ہے مگر اس متبرک چیز کے ساتھ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ، چاہے وہ کوئی چیز ہو یا مکان ہو یا شخص۔

بہر حال اشخاص؛ پس اللہ کی اجازت کے بغیر ان کے خیر پہنچانے اور برائی کو دور کرنے سے عاجز ہونے پر یقین رکھنے کے ساتھ ان کی فضیلت اور اللہ تعالی سے ان کے قرب کا یقین رکھا جائے گا۔

اور بہر حال چیزیں؛ پس بے شک وہ ان ذاتوں سے منسوب ہیں، اور ان کے عزت بخشنے کی وجہ سے معزز ہیں، اور ان کی وجہ سے تعظیم والی اور عظمت والی اور پسندیدہ ہیں۔

اور بہر حال مکانات؛ پس ان کی بذات خود کوئی فضیلت نہیں اس حیثیت سے کہ وہ مکانات ہیں، اور محض یہ فضیلت تو اس سبب سے ہے کہ جو نیک شخصیات اس میں رہیں اور اس میں خیر اور بھلائی واقع ہوئی، جیسے کہ نماز اور روزہ اور عبادات کی تمام اقسام جو اللہ کے نیک

بندے ان مقامات پر قائم کرتے ہیں؛اس لئے کہ اس میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں،اور وہاں پر ملائکہ حاضر ہوتے ہیں،اور وہاں پر سکون نازل ہوتا ہے،اور یہی وہ برکت ہے جسے ہم اللہ سے طلب کرتے ہیں اور مقصود ان ذاتوں سے برکت طلب کرنا ہے جن سے ان مقامات کو نسبت حاصل ہے۔

پس قرآن وحدیث سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے۔بہر حال قرآن پس تابوت سکینہ کی فضیلت میں اللہ تعالی کا فرمان:-"اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا:اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے،فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔"

واقعہ کا خلاصہ:بے شک یہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا اور وہ اس سے مدد طلب کرتے تھے اور اسے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے ان چیزوں کے ذریعے جو اس میں تھیں،اور یہ وہی برکت حاصل کرنا ہے جو ہم چاہتے ہیں اور اس کا ارادہ کرتے ہیں،اور تحقیق اللہ تعالی نے اس تابوت کی نشانیاں بیان فرمائیں پس فرمایا:-"اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے"، اور وہ بقیہ جو کہ آل موسی اور آل ہارون کا چھوڑا ہوا ہے وہ یہ ہے:حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی اور ان کے کپڑوں میں سے کچھ کپڑے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے کپڑے اور ان کی چپلیں اور تورات کی کچھ تختیاں اور طشت جیسے کہ اس کا ذکر مفسرین نے فرمایا جسے کہ ابن کثیر،اور قرطبیؒ،اور سیوطی،اور طبری،اور یہ آیت کئی معانی پر دلالت کرتی ہے،اور انہی میں سے ایک معنی صالحین کی چیزوں کا وسیلہ پیش کرنا ہے،اور ان میں سے ایک ان چیزوں کی حفاظت کرنا ہے،اور ان میں سے ایک ان چیزوں سے برکتیں حاصل کرنا ہے۔

اور تحقیق کافروں اور فاجروں سے عذاب دور کر دیا جاتا ہے تاکہ ان مومنین کو عذاب نہ پہنچے جو ان کے درمیان ہے ان میں سے کہ جو عذاب کے مستحق نہیں،اور اس سے اللہ تعالی فرمان:-"اور اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی) کہ تم انہیں روند ڈالو گے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی (تو ہم تمہیں کفارِ مکہ سے جہاد کی اجازت دیدیتے۔ان کا یہ بچاؤ) اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔اگر مسلمان (وہاں سے) ہٹ جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔"

پس اگر کمزور مومنین جو مکہ میں کفار کے درمیان تھے وہ نہ ہوتے تو ضرور اللہ تعالی کفار کو عذاب دیتا،پس ان کی برکت کے سبب سے کفار عذاب سے محفوظ رہے۔اور تحقیق حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا:-"اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں"۔

اور بہر حال اس کا ثبوت حدیث مبارکہ سے پس جو امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کے وضو کے باب میں روایت کیا:-((پس اللہ کی قسم حضور ﷺ کوئی مبارک نخامہ شریف (رینٹھ شریف) ظاہر نہیں فرماتے تھے (یعنی نہیں نکالتے تھے) مگر وہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کی ہتھیلی پر گرتا پس وہ اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتے تھے۔۔۔۔۔۔الخ))

امام ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:((اور اس روایت میں نخامہ کے پاک ہونے اور جدا ہونے والے بالوں کے پاک ہونے اور صالحین کی استعمال شدہ چیزوں سے برکت حاصل کرنے کے پاک ہونے کا بیان ہے))

اور جن احادیث سے برکت حاصل کرنا ثابت ہے جو امام بخاری نے روایت کی:

((حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:میں مدینے آیا پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھ سے ملاقات کی،پس انہوں نے مجھ سے کہا:"میرے گھر پر چلیے،پس میں آپ کو اس برتن میں پانی پلاتا ہوں جس میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پانی نوش فرمایا تھا،اور اس جگہ پر نماز پڑھواتا ہوں جس جگہ نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی" پس میں ان کے ساتھ

چلا، پس انہوں نے مجھے ستو پلایا، اور مجھے کھجور کھلائی، اور میں نے حضور ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ پر نماز ادا کی))۔
بس اس حدیث میں بھی حضور ﷺ کے پیالہ مبارکہ اور حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔
اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام میں انبیاء السلام اور ان کے علاوہ جو صالحین میں سے ہیں ان سے اور معزز جگہوں اور بابرکت اشیاء جیسے کہ قرآن اور اسلام کے قوانین سے برکت حاصل کرنے پر کثیر دلائل ہیں۔

السوال العاشر : مسلمان کو کافر کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس مسلے پر امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے؟

الجواب : تحقیق شریعت کے دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بندہ اپنی زبان سے شہادتین یعنی کہ دو گواہیاں اللہ پاک کے ایک ہونے کی گواہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اللہ کے نبی اور رسول ہونے کی گواہی کے بولنے کے ساتھ اسلام میں خون اور مال ہے اور عزت محفوظ ہو جاتے ہیں اور اخرت کا گھر وہ مومنوں کے لیے تعظیم کا گھر ہے ہیں مومن اس آخرت کے گھر میں اپنے ایمان کے سبب سے نجات پائیں گے جیسا کہ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خبر ارشاد فرمائی((بے شک اللہ تعالی نے اس شخص پر اگ کو ارام کر دیا جو کہے: 'لا الہ الا اللہ' اور اس سے وہ اللہ کی رضا چاہے اور جب مسلمان گنہگار اور تحقیق وہ اپنے گناہوں کے سبب سے اگ کا مستحق ہو جائے تو بے بیشک وہ اگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ اسے اس کلمہ طیبہ سے نفع پہنچے گا، کلمہ توحید سے پس وہ اس کے سبب سے اگ سے خلاصی پائے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا((وہ شخص اگ سے نکلے گا جو لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں جو کہ وزن کے برابر بھی بھلائی ہو اور وہ شخص اگ سے نکلے گا جو لا الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گندم کے وزن کے برابر بھی بھلائی ہو اور وہ شخص اگ سے نکلے گا جو لا الہ الا اللہ کا ہے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی بھلائی ہو)) اور علماء فرماتے ہیں جس شخص کا مسلمان ہونا یقین کے ساتھ ثابت ہو گیا تو وہ اسلام سے نہیں نکلے گا مگر یقین کہ ساتھ، پس بغیر دلیل کی مسلمان کو کافر قرار دینے میں مبتلا ہونے سے ڈرانا لازم ہے جو کہ سورج کے دن کے چوتھائی حصے میں روشن ہونے سے زیادہ واضح ہے کیونکہ جب کثیر احکام سے ارتداد کا حکم مرتب کیا جائے گا تو وہ افراد اور جماعتوں پر اثر کرے گا امام غزالی ت اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: تیر اکافر قرار دینے سے بچنا ضروری ہے کہ اس طرح جانے کی کوئی راہ نہیں کیونکہ بے شک نماز پڑھنے والوں اور توحید کا اقرار کرنے والوں کے خون کو حلال جاننا خطا ہے اور ہزار کافروں کو زندگی میں چھوڑ دینے کی خطا کسی ایک مسلمان کا خون بہانے سے زیادہ اسان ہے شریعت مطہرہ نے بغیر کسی واضح دلیل کے کہ جس میں کوئی مفہوم کی پیچیدگی نہ ہو کسی مسلمان کو مطلقا کافر قرار دینے سے شدت کے ساتھ منع کیا ہے اللہ تعالی نے فرمایا اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جب کوئی سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں تم دنیاوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ تعالی کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں پہلے بھی تم ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کر لو بے شک اللہ تعالی تمام اعمال سے خبر دار ہے۔

امام طبری رحمت اللہ تعالی علیہ اس کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص کے قتل میں اہستہ یہ اختیار کرو جس کا معاملہ تم پر مشتبہ ہے پس تم اس کے مسلمان ہونے اور کافر ہونے کی حقیقت کو نہیں جانتے اور جلد بازی نہ کرو کہ ایسے شخص کو قتل کر بیٹھو جس کا معاملہ تم پر مشتبہ ہے اور تم کسی ایک بھی شخص کو قتل کرنے کے معاملے میں اگے نہ بڑھو مگر اس شخص کو قتل کرنے کے جس کے بارے میں تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ یہ تمہارے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے حربی ہے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اپنی امت کو ڈرایا پس انہوں نے فرمایا کوئی بھی شخص جب اس نے اپنے بھائی کو کہا اے کافر تو کفر کا حکم دونوں میں اسے کسی ایک کا لوٹے گا اور ایک دوسری روایت میں صحیح اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں دوسرے الفاظ ہیں جس نے کسی مرد کو کفر کے ساتھ بلایا یا کہا اللہ کے دشمن اور وہ ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اسی کی طرف لوٹے گا یعنی اس کی طرف وہ واپس ائے گا اور ایک صحیح صحیح روایت پس تحقیق ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہو جائے گا کثیر احادیث جن کتب میں وارد ہوئی یہ تکفیر کے معاملے میں جلدی کرنے سے بڑا ڈرانا اور بڑی نصیحت ہے اور امام طحابی نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور ہمارے اصحاب سے روایت کیا بندے کو ایمان نہیں نکالتا مگر ان چیزوں کا

انکار جنھوں نے کسی ایمان میں داخل کیا پس جب تمہیں اس کے مرتد ہونے کا یقین ہو جائے تو اس کے مطابق حکم لگا یا جائے گا اور جب اس کے مرتد ہونے میں شک ہو تو نہیں لگا یا جائے گا کیونکہ جب اسلام ثابت ہو گیا تو یہ شک کے سبق زائل نہیں ہو گا اس بات کے ساتھ یہ اسلام بلند ہے اور عالم کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کی طرف کوئی ایسا معاملہ ائے تو اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرے اس بات کے ساتھ یہ اسلام کے صحیح ہونے کا فیصلہ اہل کفر سے ہو گا، بے شک مسلمان کو کفر کا اقرار دینا اس کے خون اور اموال کے جائز ہونے کی طرف لے جاتے ہیں پس اس معاملے میں ٹھہرنا لازم ہو گا اور زبان کو اس سے روکنا لازم ہو گا جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اس کا متضاد نہ ہو، پس بیشت کا فر قرار دینے میں خطرہ ہے اور خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں۔

مسئلہ تکفیر میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللّٰہ تعلی علیہ کا مؤقف :-

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعلی علیہ فرماتے ہیں ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ تعالی علیہم نے حکم دیا کہ جب کسی شخص سے کفر میں 99 احتمالات کفر کے اور احتمال اسلام کا ہو تو اس کے کلام کو اسلام والے احتمال کی طرف محمول کرنا لازم ہو گا جب تک اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے اعلی حضرت رحمۃ تعلیم علیہ نے شرح فقہ اکبر سے ملا علی قاری رحمت اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں تحقیق علماء کرام نے ذکر کیا کہ کفر سے متعلق مسئلے میں کہ اگر کسی شخص کے لیے 99 احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اس کی نفی کا ہو تو مفتی اور قاضی کے لیے اولی ہے کہ نفی کے احتمال پر عمل کرے۔

اور خلاصۃ الفتاوی، جامع فصولین اور محیطِ برہانی، فتاوی ہندیہ اور اس کے علاوہ دیگر کتب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: جب ایک مسئلے کئی ایسی صورتیں ہوں جو کافر قرار دینے کو واجب کرتی ہیں اور ان میں ایک ایسی صورت ہو جو کافر قرار دینے سے منع کرتے ہو تو مفتی اور قاضی پر ہے کہ وہ بس ایک صورت کی طرف مائل ہو اور مسلمان سے اچھا گمان رکھنے کے سبب سے اس کے کفر کا فتوی نہ دے پھر اگر اس کہنے والے کی نیت اس صورت کی کہ وہ جو کافر قرار دینے سے روکتی ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مفتی کا اس کے کلام کو اس صورت پر محمول کرنا جو کافر قرار دینے کو واجب نہیں کرتا اس کہنے والے کو کوئی فائدہ نہ دے گا سب اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دین میں بصیرت عطا فرمائے اور ہمارے نبی اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کی آل اور ان کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہ پر سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے امین ثم امین۔

السوال الاحد عشر : کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا یا پھر سلف وصالحین کی مزارات کی طرف زیارت کی قصد سے سفر کرنا کیا یہ جائز ہے؟

الجواب : فقہاء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مردوں کے لیے مزارات کی زیارت کرنا یہ مستحب عمل ہے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ((میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، تو تم اب ان کی زیارت کرو بے شک وہ (قبروں کی زیارت کرنا) اخرت کی یاد دلاتی ہے)) اسی وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع کی طرف نکلتے تھے قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے: ((تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر تمہارے پاس وہ چیز ائی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (یعنی موت)، کل تمہیں جلدی اٹھا یا جائے گا اور بے شک ہم بھی اگر اللہ تعالی نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں کہ یا اللہ ان البقیع والوں کی مغفرت فرما جو اس میں مدفن ہیں))۔

عورتوں کے لیے جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان کا قبروں پر جانا یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس بارے میں یعنی عورتوں کی زیارت کرنے کے بارے میں حدیث پاک ہے کہ ((حضور صلی علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی))۔ کیونکہ عورت کا دل نرم ہوتی ہے، اور ان عورتوں میں کثرت اہ وزاری ہوتی ہے ہوتی ہے یہ سب چیزیں ان کے رونے اور چیخ و پکار کا سبب بن سکتی ہیں۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف کی زیارت کرنا اور حضور کی مزار شریف کی طرف سفر کرنا بڑے مستحب چیزوں میں سے ہے بلکہ حضور کے مزار پر حاضر ہونا یہ واجب ہونے کے زیادہ قریب ہے بعض لوگوں نے اس حدیث پاک کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اس حدیث میں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ((تم میں سے کوئی بھی بندہ سفر نہ کرے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام کی طرف، میری اس مسجد کی طرف (مسجد نبوی کی طرف) اور مسجد اقصی کی طرف))۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف کی زیارت کے لیے سفر کرنے کی حرمت پر انہوں نے اس حدیث سے کیا کیا ہے استدلال کیا ہے کیا ہے، اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اس طرح سفر کرنا یہ گناہ ہے، یہ استدلال بالکل باطل ہے کیونکہ یہ استدلال باطل مفہوم پر مبنی ہے، بہر حال جو حدیث ہے ایک باب سے جو انہوں نے استدلال لیا ہے وہ دوسرے باپ سے ہے۔

جو اہل لغت کی یہاں معروف اسلوب ہوتا ہے تو اس معروف اسلوب پر یہ حدیث ائی ہے اور وہ استثناء کا اسلوب ہے، اور یہ اسلوب تقاضا کرتا ہے مستثنی اور مستثنی منہ کے ہونے کا، تو جو الا کے بعد ہو اس کو مستثنی کہتے ہیں جو مستثنی منہ ہوتا ہے وہ اس "الا" سے پہلے ہوتا ہے، اور مستثنی منہ یا تو ذکر ہوگا یا پھر پوشیدہ ہوگا، اور یہ بات ثابت شدہ ہے اور کتب نحو میں نحو کی کتابوں میں مشہور ہے۔

تو جب ہم نے اس حدیث کی طرف غور و فکر کیا تو ہم نے پایا کہ اس حدیث کے اندر مستثنی کا ذکر موجود ہے اور یہ قول: ((الی ثلاثۃ مساجد)) یہ جملہ مستثنی ہے، لیکن اس حدیث کے اندر مستثنی منہ کا ذکر نہیں ایا، تو اب اس کا مقدر ہونا ضروری ہے۔

اور تحقیق ہم نے الحمدللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں معتبر روایات کی تاریخ سے حضور کی سنت میں ایسی روایات پائی ہیں کہ جس میں مستثنی منہ کا ذکر ہے تو ان میں سے وہ روایت ہے کہ جس کو امام احمد بن حنبل نے شہر بن حوشب کے طریق سے روایت کیا ہے کہتے ہیں: میں نے ابو سعید سے سنا اور میں نے ان کے یہاں جبلہ طور پر نماز پڑھنے کے حوالے سے ذکر کیا کہ کیا وہاں پر نماز پڑھ سکتے ہیں تو ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((کسی بھی یہ سفر کرنے والے پر یہ لازم نہیں ہے کسی بھی مسجد کی طرف اس نیت سے سفر نہ کریں کہ اس میں نماز پڑھی جائے مسجد حرام کے علاوہ، مسجد الاقصی مسجد اقصی کے علاوہ، اور میری اس مسجد کے علاوہ))۔

امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: "شہر بن حوشب" یہ حسن الحدیث (یہ ایک اصطلاح ہے یعنی انکو حدیثیں اچھی طرح بیان کرنی آتی ہیں اس میں کوئی عیب وغیرہ نہیں ہے) اگرچہ اس میں بعض (موضوع) والضعف (ضعیف ہونا) ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ((میں خاتم نبیین ہوں، اور میری مسجد انبیاء کرام کی مسجد میں اخری ہے ان مساجد میں سب سے زیادہ حق رکھتی ہیں کہ ان کی زیارت کی جائے اور ان کی طرف سواری کی جائے: مسجد حرام اور میری یہ مسجد۔ میری مسجد میں ایک نماز دوسری تمام مسجدوں میں ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے))

یہ تمام کلام "مساجد" کے بارے میں ہے تاکہ امت کو یہ بتادیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا باقی مساجد کا کوئی خاص امتیاز نہیں، اس لیے ان کے لیے سفر کرنے کی خاص ضرورت نہیں۔ باقی مقابر (قبریں) اس حدیث کے موضوع میں داخل ہی نہیں، اس لیے ان کو اس حدیث میں داخل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر بہتان لگانے کے مترادف ہے۔

اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر کی زیارت مطلوب ہے، بلکہ بہت سے علماء نے اپنی مناسک حج کی کتابوں میں اسے مستحب قرار دیا ہے، اور اس پر کوئی احادیث دلالت کرتی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ((جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی))۔
- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ((جو شخص محض میری زیارت

کے لیے ائے، تو میرے ذمہ ہے کہ میں قیامت کے دن اس اس کی شفاعت کرنے والا بنوں))۔

- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:((جس نے حج کیا، اور میرے روزے کی زیارت کی، تو وہ شخص ایسا ہے کہ جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی))۔
- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((جو میرے پاس ایا زیارت کے لیے اس کی کوئی حاجت معلوم نہیں، مگر میری زیارت، اب مجھ پر حق ہے کہ میں اس کے لیے قیامت والے دن شفاعت کرنے والا ہوں))

خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کی زیارت کرنے کہ بارے میں جو احادیث ہیں تو ان کے لیے کثیر طرق ہیں ان میں سے بعض طرق بعض کو قوت دیتے ہیں۔

جیسا کہ مناوی نے امام شمس الدین ذہبی سے "فیض قدیر" کے اندر روایت نقل کی ہیں، بعض علماء نے ان روایات کی تصحیح کی ہے جیسے ابن السبکی اور ابن السکن، امام عراقی، امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ انہوں نے "الشفاء" شریف میں نقل کیا ملا علی قاری اس کے شارح ہیں، اور خفاجی نے۔((نسیم الریاض) میں یہ سب حدیث کہ بڑے حفاظ اور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اور یہی کافی ہے کہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعلی علیہم اجمعین اور دیگر علماء وائمہ دین نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کو مشروع قرار دیا ہے، جیسا کہ ان کے اصحاب نے ان کی معتمد فقہی کتب میں نقل کیا ہے، اور یہ کافی ہے اس بات کے لیے کہ ان احادیث کو درست مانا جائے، کیونکہ ضعیف حدیث جب اس پر عمل کیا جائے اور اس سے فتاوی دیا جائے تو وہ تقویت پاتی ہے، جیسا کہ اصولین اور محدثین کے قواعد سے معلوم ہوتا ہے۔

السوال الثانی عشر: مسلمان کا صوفیہ کے طریقہ میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے؟ اور صوفیہ کے یہ مختلف راستے کیوں ہیں؟ اور جب تصوف زھد (یعنی ترک کرنا) اور ذکر اور اللہ سے نیک گمان کرنا ہے تو مسلمان کے لیے قرآن اور حدیث کے مطابق آداب کو پہچاننا اور نفس کی درستگی کرنا کافی کیوں نہیں ہے؟

الجواب: صوفی راستے ذوق اور منہج کے اعتبار سے مختلف ہیں، پس ان میں سے جو قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کے مطابق ہو گا تو وہی مقبول ہے، اور جو اس کے خلاف ہو پس اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

تصوف کی اصل یہ ہے کہ انسان صحیح شکل کے ساتھ احکام شریعہ کے مطابق ہو جائے، اور اپنی ذات سے برے اخلاق کو دور کر دے اور اچھے اخلاق راسخ کر لے، اور اسی لیے بعض اہل علم نے تصوف کی اس طرح تعریف کی ہے کہ "کسی کا اپنے علم پر عمل کرنا" اور ان کی تعریف میں یہ بھی شامل ہے کہ "کسی کا اپنے آپ کو برے اخلاق سے خالی کرنا اور اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا"۔

اور بڑے صوفیا نے اس بات پر تاکید کی ہے کہ کسی بھی صوفی کا حال اور قول اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک وہ قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو، اور تحقیق ان میں سے ایک قوم ان کے قواعد سے دور ہوئی اور انہوں نے ایسے کام ایجاد کیے جن کی اللہ تعالی نے اجازت نہیں دی، اور یہ بدعتیوں پر عیب ہے نہ کہ تصوف میں سے سچے لوگوں پر؛ پس بے شک اسلامی جماعتوں میں سے کوئی جماعت نہیں مگر اس حال میں کہ ان میں سے ایک جماعت جدا ہوئی، اور فاسد لوگوں کے گناہ کو صالح لوگوں پر ڈالنا جائز نہیں۔

اور اس دور میں تصوف کے ساتھ جو ظلم کیا گیا، ظلم کرنے والے دو گروہ ہیں۔

پہلا:- کچھ لوگوں نے اپنے ناموں کو صوفیاء کے ناموں سے موسوم کیا اور غیر شرعی تصرفات اختیار کیے۔

دوسرا:- کچھ لوگوں نے صوفیاء کے چند لوگوں کی طرف نظر کی اور صالح اور فاسد سب کو جمع کر دیا اس کے باوجود کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:-

"کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی"۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کہ صوفیت میں آج کے دور میں ایک جماعت ہے جو صحیح راستے پر ہے اور صحیح راستے پر چل رہی ہے،

پس جو انہیں تلاش کرے گا تو انہیں پالے گا، اگر اس نے انہیں پالیا تو اس نے بڑی بھلائی کے ساتھ کامیابی حاصل کر لی، اور اگر اس نے انہیں نہ پایا تو اسلام کی واضح تعلیمات ایسی ہیں جو اسے اس معاملے میں بے نیاز کر دیں گی۔ بہر حال شیخ پس وہ قائم کرنے والا ہوتا ہے، یا استاد ایک معین راستے کو دیکھتا ہے جو زیادہ مناسب ہے اس مریض کے ساتھ، یا اس کی حالت کے ساتھ، یا اس مرید یا اس طالب کے ساتھ، اور حضور ﷺ کی رہنمائی میں سے ہے کہ وہ لوگوں کی طبیعت کے مختلف ہونے کے سبب سے ہر انسان کی موافقت کے اعتبار سے اسے نصیحت فرماتے تھے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی تھی، پس ان کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور ان سے عرض کی :- یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجیے جو مجھے اللہ کے غضب سے بچالے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ :-((غصہ نہ کرو))، اور ان کی بارگاہ میں ایک اور شخص حاضر ہوا اور اس نے ان سے عرض کی کہ :- مجھے ایسی چیز کے بارے میں خبر دیجیے جس پر میں مضبوطی سے قائم رہوں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-((تیری زبان اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو))، اور صحابہ کرام علیہم رضوان میں سے بعض وہ تھے جو رات کے قیام میں کثرت فرماتے تھے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو قرآن مجید کی تلاوت میں کثرت فرماتے تھے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو جہاد میں کثرت فرماتے تھے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو اللہ کے ذکر میں کثرت فرماتے تھے، اور ان میں سے بعض وہ تھے جو صدقہ دینے میں کثرت فرماتے تھے۔

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ عبادت میں سے کوئی شے ترک کر دی جائے، اور محض معاملہ یہ ہے کہ راہ طریقت کا چلنے والے کسی ایک عبادت پر کثرت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے، اور یہی جنت کے متعدد دروازوں کی بنیاد ہے، اور آخر میں جنت کے راستے متعدد ہیں اور جنت ایک ہی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((ہر اہل عمل کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، وہ اس عمل کی وجہ سے اس دروازے سے بلایا جائے گا، اور روزے دار کے لیے ایک دروازہ ہے وہ اس سے بلایا جائے گا، اس

دروازے کو کہا جاتا ہے "اَلرَّیَّانُ"))، پس اسی طرح طریقت کے راستے اور اسلوب متعدد ہیں، جو شیخ اور مرید کی ذات کے لیے موافق ہوتے ہیں، پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو روزوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو قرآن کریم کی دوسروں سے زیادہ تلاوت کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ روزے نہیں چھوڑتے، اور اسی طرح مزید۔ اور آخر میں ہم انکار کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ : کیوں کر ہم طریقت کے آداب اور نفس کی پاکی قرآن و حدیث سے براہ راست نہیں سیکھ سکتے ؟" پس یہ کلام ظاہری طور پر اچھا ہے، اور باطن کے اعتبار سے حق سے دور ہے؛ کیوں کہ بے شک ہم نے نہیں سیکھے نماز کے ارکان، اور اس کی سنتیں، اس حال میں کہ ہم نے اسے اس علم سے سیکھا جسے "علم الفقہ" کہا جاتا ہے، فقہاء نے اس پر کتابیں لکھیں اور اسے قران و سنت سے ہی نکالا۔

اور یہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ وہ اشیاء جو ہم قرآن و حدیث میں نہیں پاتے، تو اسے شیخ سے بالمشافہ ملاقات کے ذریعے سیکھنا ضروری ہے، اور اس میں قرآن مجید پر اکتفا کرنا کافی نہیں، جیسے کہ علم تجوید، اسی طرح علم تصوف ایک ایسا علم ہے جسے تصوف کے علماء نے حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قرآن مجید سے وضع کیا چوتھی سن ہجری سے آج کے اس دور تک۔

السوال الثالث عشر : کیا یہاں ایسی کرامات ہیں جو بعض صالحین کی زندگی میں خارج ہوئیں، اور کیا دنیا کی زندگی سے برزخ کی زندگی کی طرف منتقل ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے ؟

الجواب : یہ بات واجب ہے کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ بے شک اولیاء کی کرامات سچ ہیں، یعنی جائز ہیں اور ان کی زندگی میں اور ان کی ظاہری وفات کے بعد واقع ہوتی ہیں اور اس بات کا انکار نہیں کرے گا مگر وہ جس کی بصیرت نابینا ہو اور اس کا باطن فاسد ہو۔

اور اس پر دلیل قرآن و حدیث سے ثابت ہے؛ پس قرآن وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزیز کتاب میں بیان فرمایا جیسے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا واقعہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-" جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔"

تفسیر کرنے والوں نے کہا کہ ان کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل پائے جاتے تھے،اور وہ پھل ان کے پاس ایسے طریقے سے آتے تھے جو کہ معروف نہ تھا،اور یہ وہی کرامت ہے جو اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمائی،اور اللہ تعالی نے ان کے حق میں یہ بھی فرمایا: "اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ،وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔"
اور اسی کتاب میں سے غار والوں کا قصہ ہے پس تحقیق اللہ تعالی نے اسے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ بے شک وہ 309 سال سو گئے تھے اپنی نیند میں کھانے اور ہوا کو حاصل کیے بغیر اور اللہ بغیر کسی سبب سے ان کی پیٹھوں کو سیدھی اور الٹی جانب پھیرتا تھا کہ ان کی پیٹھوں میں درد پیدا نہ ہو،اور بے شک اللہ تعالی نے سورج کو ایسی بنادیا تھا جب وہ طلوع ہوتا اور جب وہ غروب ہوتا کہ اس کی روشنی اس جگہ پر نہیں پڑتی تھی جہاں پر وہ سب تھے سورج کی گرمی سے ان کی حفاظت کے لیے کہ وہ انہیں اذیت پہنچائے۔اور اسی میں سے یہ بھی واقعہ ہے جو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کی کرامت ذکر فرمائی۔
اور اسی میں سے جو تواتر کے ساتھ روایات ہیں کہ صحابۂ کرام اور تابعین اور جو ان کے بعد ہیں ان کی کرامات ہمارے وقت تک موجود ہیں جس سے دنیا بھری ہوئی ہے اور قافلے اسکا چرچہ کرتے ہوئے چلتے ہیں،پاس تحقیق امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ پھلوں کو ان کے علاوہ کے موسم کھاتے تھے اور وہ مکّہ میں قید تھے اور لوہے میں جکڑے ہوئے تھے ،اور ان دنوں مکہ میں پھل ہی نہیں ہوتے تھے،اور یہ نہیں تھا مگر ایسا رزق جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا،پس یہ ان کی کرامت تھی۔اور امام بخاری نے یہ بھی روایت فرمایا کہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالی عنہ جب شہید کر دیے گئے تو مشرکوں نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی نے سائے کی مثل شہد کی مکھیاں بھیجی جنہوں نے ان کے جسم کو گھیر لیا اور چھپا دیا،اور یہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالی عنہ کی ان کے وصال کے بعد کی کرامت ہے۔
اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عبد بن بشر ایک موقع پر اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں گفتگو کی ان دونوں کے پاس ایک لاٹھی تھی جب وہ دونوں نکلے تو ان دونوں کے لیے ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی پس وہ دونوں اس کی روشنی میں چلے پس جب ان دونوں کا راستہ جدا ہوا تو ان دونوں میں سے ہر ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی تو وہ اس کی روشنی میں چلے،امام بخاری نے اسے نکالا۔
پس اولیا کی کرامات کئی ساری ہیں جن کا شمار نہیں،پس ان میں سے وہ بھی ہیں کہ بعض اولیاء کرام آگ میں داخل ہوئے اور آگ نے ان پر اثر نہیں کیا،اور ان میں سے وہ بھی ہیں کہ جن کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوئے اور ان میں سے کم وقت میں زیادہ سفر کرنے والے بھی ہیں اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ہوا میں اور پانی میں چلے،اور ان میں سے وہ بھی ہیں کہ جن کی جنوں نے فرمانبرداری کی اور اس کے علاوہ دیگر بھی کرامات ہیں۔
تنبیہ: جو جو کام عادتاً نہ ہوا گر وہ کافر یا فاسق کے ہاتھوں پر ظاہر ہوا تو وہ استدراج ہے،اور اگر وہ ولی کے ہاتھوں پر ظاہر ہوا تو وہ کرامت ہے

السوال الرابع عشر: میت کے پاس قبر پر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟اور کیا اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے؟

الجواب: حنفیہ،شافعیہ،حنابلہ کے جمہور علماء کے نزدیک میت کے لیے قران پڑھنا مستحب ہے،اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مشہور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((جو شخص قبروں میں داخل ہوا اور وہاں سورہ یاسین پڑھے اس دن ان مردوں کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے،اور اس قاری کو ان مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں))اسی طرح امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:((اپنے مردوں کے پاس سورۃ یٰس پڑھا کرو))علماء نے فرمایا: یہ حدیث مطلق ہے اور یہ قراءت حالتِ نزع اور موت کے بعد دونوں صورتوں کو شامل ہے،امام طبرانی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے:((جب تم میں سے کوئی فوت ہوجائے

تو اسے روکے مت رکھو اور اسے اس کی قبر تک جلدی لے جاؤ اور اس نے سر کے پاس سورۃ فاتحہ اور اس کے پاؤں کی طرف سورہ بقرہ پڑھی جائے))

علماء فرماتے ہیں: جو میں نے وصیت کی ہے کہ ان کی قبروں کے پاس پڑھا جائے ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں جنہوں نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدا اور اختتام پڑھی جائے اور انصار میں جب کبھی کسی شخص کا انتقال ہو جاتا تو اس کی کور پہ جاتے تھے اور اس کے پاس قران پاک کی تلاوت کرتے تھے۔

اور علماء نے ذکر کیا کہ انسان کے لیے جائز ہے وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو دے چاہے وہ نماز ہو یا قران کی تلاوت ہو یا اس کے علاوہ، اور اس پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث ہے جسے دار قطنی نے روایت کیا ہے، ایک شخص ایا اور اس نے عرض کیا: ((یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے والدین تھے جن کے ساتھ میں ان کی زندگی میں اچھا سلوک کرتا تھا اب ان کی موت کے بعد میں ان کے ساتھ کس طرح اچھا سلوک کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البرّ بعد البرّ یہ ہے کہ تم ان کے لیے اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھو اور ان کے لیے روزہ رکھو جیسے اپنے لیے رکھتے ہو))

لہذا جن علماء نے قران کا ثواب میت کو پہنچانے کو جائز اور مستحب قرار دیا ہے ان کا قول ہی سب سے زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ بعض علماء کی رائے کے مطابق یہ اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر صراحت بھی کی ہے، ان علماء میں امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے فرمایا: ((جس مسلمان کے لیے کوئی نیک کام کیا جائے اور اس کا ثواب اسے بخش دیا جائے، تو انشاء اللہ وہ اسے فائدہ دے گا)) پھر فرمایا: ((بعض علماء نے کہا: یہ قران میت کے پاس پڑھا جائے یا اس کا ثواب اسے ہدیہ کیا جائے تو اس سے کاری کو ثواب ملتا ہے اور میت کو بھی فائدہ ہوتا ہے گو یا وہ وہاں موجود ہے بس اس کے لیے اللہ کی رحمت کی امید کی جاتی ہے پھر فرمایا: ہمارے پاس دلیل وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے اور یہ کہ یہ مسلمانوں کا اجماعی عمل ہے کیونکہ ہر زمانے اور ہر شہر میں مسلمان جمع ہو کر قران پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو بخش دیتے ہیں اور اس پر کوئی انکار نہیں کرتا))۔

اسی طرح اسی اجماع کو علامہ عثمانی شافعی نے بھی نقل کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: سکا اجماع ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج اور غلام ازاد کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کا فائدہ ہوتا ہے اور قبر پر قران پڑھنا مستحب ہے)) اسی طرح اسی اجماع کو علامہ عثمانی شافعی نے بھی نقل کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: سکا اجماع ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج اور غلام ازاد کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کا فائدہ ہوتا ہے اور قبر پر قران پڑھنا مستحب ہے))

یہ بھی سراحت کی ہے کہ میت کو قران پاک کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے، اور اس کی بنیاد حج کے ثواب کے میت کو پہنچنے پر رکھی ہے، کیونکہ حج میں نماز شامل ہوتی ہے اور نماز میں سورہ فاتحہ اور دیگر سورتیں بھی پڑھی جاتی ہیں، تو جب مکمل عمل کا ثواب ہو سکتا ہے تو جزوی عامل کا بھی پہنچ سکتا ہے، اور اگر قاری یہ دعا کریں کہ اللہ تعالی اس قران خوانی کا ثواب میت کو عطا کرے تو اس کے پہنچنے کی امید اور قوی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ: اس بات میں کوئی ممانعت نہیں کہ لوگ جمع ہو کر قران کریم کی تلاوت کریں، ختم کریں، اور اس نیک عمل یا دیگر نیک اعمال کا ثواب میت کو ایصال کریں، چاہے یہ میت کے انتقال کے وقت ہو یا اس کے بعد، چاہے گھر میں ہو، مسجد میں یا قبر پر یا اس کے علاوہ، اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو حالت احتضار اور وفات کے بعد دونوں کو شامل ہیں۔

اوراس مسئلے پر بہت سے علماء نے تصنیف کی ہے جن میں امام خلال حنبلی متوفی (311ھ) اور حافظ شمس الدین مقدسی حنبلی، اور سید عبداللہ غماری شامل ہیں، یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کے جائز ہونے پر اجماع نقل کی ہے،
اور کسی معتبر عالم سے اس کا انکار منقول نہیں۔

السوال الخامس عشر : بہت سے شدت پسند لوگ مسلمانوں کے کثیر کاموں کو ناجائز کہہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اوران کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے وہ کام نہیں کئے، تو کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اوران کے اصحاب رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا کسی کام کو چھوڑ دینا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے؟

الجواب : رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اذاقۃ الاثام لمعانی عمل المولد والقیام" میں فرماتے ہیں: محض ترک اور کس کام کا واقع نہ ہونا کراہت کی دلیل نہیں ہوتا، کیونکہ ترک کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔
امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: بلکہ جب تک ترک کسی چیز سے قصداً بچنے اور ارادہ اجتناب کی نیت سے نہ ہو، تو وہ مکلف انسانوں کے افعال میں شمار ہی نہیں ہوتا، نہ ہی وہ انسانی قدرت کے تحت اتا ہے، تو اس میں اتباع کیسا؟
امام سرخی نے اپنی کتاب "الاصول" میں لکھا ہے: ((فعل کی دو قسمیں ہیں: فعل اور ترک فعل، اور کیونکہ ترک بغیر دلیل کے ہمارے لیے کام ضروری نہیں تو اس طرح فعل بھی بہت دلیل کے لازم نہیں۔))
امام ابن قدمہ علیہ الرحمہ نے "المغنی" میں فرمایا: ((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو ترک کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ وہ چیز مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی مباح عمل کو بھی ترک فرمادیا کرتے تھے، جس طرح کسی وقت اسے انجام بھی دیتے تھے۔))
امام ابن دقیق العید رحمت اللہ تعالی علیہ نے "الاحکام" میں فرمایا: ((کسی چیز کو ترک کرنا اس کے منع ہونے کی دلیل نہیں۔))
لہذا یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کسی کام کو چھوڑ دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کام ناجائز ہے، جب تک اس کے ساتھ کوئی ممانعت نہ ہو، اور اسی مفہوم کو ان علماء نے ان الفاظ میں تعبیر کیا ہے: ((الترک لیس بحجۃ)) اور یہی وہ درست فہم ہے جو صحابہ کرام علیہم رضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سمجھا، اور یہی فہم امت کے سلف وخلف علماء کرام کے ہاں چلتا ارہا ہے۔
تو نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ض کسی یا بدل چیز کے پاس افراد کو اختیار کرنا ہے اس کے عام حکم کے لیے خاص ہونے یا اس کے لاکھوں کا یہ نہیں کرتا، جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی چیزوں سے منع نہیں فرمایا ہو۔
اور یہی صحیح فہم تھا جس کی بنیاد پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی اجازت دی ہو یا خاص طور پر انہیں اس کام کی ہدایت کی ہو، انہوں نے ایک مریض پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، جو انہوں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو اپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کو بدعت قرار دیا، بلکہ اس عمل کی تائید میں فرمایا: ((تمہیں کس نے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے)) اور یہ متفق علیہ ہے، اور بخاری شریف میں کے نے فرمایا: ((تم نے بالکل درست کیا))
اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی طور پر ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ نہیں دیا بلکہ ایک کھجور کے تنے پر خطبہ دیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں سمجھا کہ ممبر پر خطبہ دینا بدعت یا حرام ہے، بلکہ انہوں نے اپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیئے ممبر تیار کیا، اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام ہم نو ہیں تو کبھی نہ کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کے چھوڑ دینے کو بدعت نہیں سمجھتے۔
اسی طرح حضرت رفعۃ بن رافع الرزاقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((کہ ہم ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب اپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا: ((سمع اللہ لمن حمدہ)) تو ایک شخص نے پیچھے سے کہا: ((ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا

طیبا مبارکا فیہ)) نماز ختم ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: ((یہ کلمات کس نے کہے؟)) حسن عرض کیا: میں نے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے دیکھا کہ کہ 30 سے زائد فرشتے ایک دوسرے سے دعا کو لکھنے میں سبقت لے جا رہے تھے یعنی کہ ان میں سے پہلے کون اسے لکھے۔)

دیکھیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز میں رکوع کے بعد یہ الفاظ نہیں کہے تھے، لیکن صحابی نے یہ نہیں سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس دعا کو نہ کہنا اسے ممنوع بنا دیتا ہے، ورنہ وہ صحابی رسول ایسا نہ کرتے۔اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا، اور نہ ہی یہ کہا کہ دوبارہ ایسا نہ کرو، نہ ہی ائندہ نمازوں میں دعائیں بنانے سے روکا، اور ہم جانتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح سے بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دو رکعت نماز وضو کے بعد ادا کرتے نہیں دیکھا تھا، لیکن انہوں نے خود یہ کام کیا، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس کی خبر نہ دی، حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ((اے بلال مجھے وہ عمل بتاؤ جس سے تمہیں سب سے زیادہ امید، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔
حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: میں نے جو بھی وضو کیا ہے، رات ہو یا دن، میں نے اس کے جو نماز میرے لیے لکھی گئی وہ میں نے ضرور پڑھی۔

ہم جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس عمل کے اقرار کے بعد وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا سنت قرار پایا، لیکن ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم کہ فہم پر استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چھوڑ دینے کے باوجود انہوں نے دعائیں اور عبادات خود سے شروع کیں، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے اس انداز سے عمل پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی انہیں اگے کرنے سے سے منع فرمایا۔

یہ تمام دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم، بلکہ کرون ثلاثہ مفضلہ (خیر کے تین ابتدائی زمانے) جو محض تک ثابت ہو، تو وہ کسی چیز کے حرام ہونے میں مکروہ ہونے کی دلیل نہیں بنتے اور یہی وہ فہم ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ظاہری حیات میں سمجھا، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس فہم کا رد نہیں فرمایا اور بعض کے علماء نے بھی اس کو اختیار کیا، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

السوال السادس عشر : ہر مسلمان پر صحابہ کرام کی اپس کی مشاجرات اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا یہ لازم ہے؟

الجواب : امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان مشاجرات میں حق پر سمجھتے ہیں اور ان کو ان کے مقابل انے والوں سے افضل اور بلند درجہ جانتے ہیں لیکن ہم گمان نہیں رکھتے جنہوں نے اختلاف کیا ہم روکے رکھتے ہیں اپنی زبانوں کو اور ان ان کے لیے وہی مرتبے مانتے ہیں جو شریعت میں ان کے لیے ثابت ہوئے، ہم کسی کو کسی پر صرف نفسانی خواہشات کی بنا پر فضیلت نہیں دیتے اور نہ ہی درمیان ہونے والے اختلافات میں دخل اندازی دیتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک یہ حرام ہے، ہم نے اختلافات کو اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے امام ابو حنیفہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہم کا اختلاف۔اور ہم صحابہ

میں سے کسی کو برا بھلا کہنا جائز نہیں سمجھتے۔
پھر ہم ایک اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے خلافت کے مسئلے میں اختلاف نہ تھا، اور نہ ہی حضرت علی کی فضیلت اور مقام سے انکار تھا اور نہ ہی ان کے خلافت کے استحقاق سے انکار تھا، بلکہ اصل اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے فوری قصاص لینے یا موخر کرنے پر تھا۔

ابن الحجر الهيتمي نے "الصواعق المحرقة" میں فرمایا: ((اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگیں ہوئیں، وہ خلافت کی لڑائی نہ تھی، اس لیے کہ حضرت علی کی خلافت کے حق دار ہونے پر اتفاق ہو چکا تھا، فجبی کا سبب یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے چونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چچازاد بھائی اور ولی تھے حیرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فوری طور پر قاتلوں کے حوالے کرنے سے انکار کیا، جو کہ ان قاتلوں کے قبائل کی تعداد زیادہ ہے اور وہ ان کے لشکر میں ملے جلے ہیں اور فوری اقدام سے خلافت کا نظام درہم برہم ہونے کا اندیشہ تھا، خصوصا یہ کہ خلافت ابھی ابتدائی مرحلے میں تھی۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے سمجھا کہ جب ان کی خلافت مضبوط ہو جائے اور اسلامی ریاست مستحکم ہو جائے تب ایک ایک کر کے ان مجرموں کو پکڑا جائے گا اور سزا دی جائے گی۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: یحییٰ بن سلیمان الجعفي، جو امام بخاری کے مشائخ سے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "صفین" میں روایت کیا ہے کہ ابو مسلم خولانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے خلافت کے لیے جھگڑتے ہیں؟ یا آپ ان جیسے ہیں؟ ہر معاویہ نے جواب دیا: نہیں میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے وہ زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان مظلوم قتل کیے گئے ہیں اور میں ان کا چچازاد ہوں؟ میں ان کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ تم علی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کریں، چنانچہ وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: ((پہلے وہ میری بیعت کریں پھر ان پر مقدمہ میں خود کروں گا))۔ اس اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے انکار کیا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عراق سے لشکر صفین کی طرف پہنچے اور حضرت معاویہ بھی وہاں پہنچے۔))

اس سے بھی ثابت ہوا کہ جو کچھ صحابہ کے درمیان پیش آیا وہ ایک اجتہاد کی بنیاد پر تھا اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اس اختلاف وہ جھگڑے کے بارے میں خاموش رہیں، اپنے دلوں میں صحابہ کی محبت رکھیں زبانوں سے ان کی مدح وثنا کریں کسی ایک صحابی کی بھی تنقیص نہ کریں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تسلیم کریں کہ اگرچہ صحابہ کرام معصوم نہیں تھے مگر ان کے اجتہادی خطا پر اللہ تعالی کی جانب سے مغفرت کی امید ہے۔

امام ابن ابی زید القیروانی رحمہ اللہ نے "الرسالة" میں عقائد کے بیان میں فرمایا: اور ان کے اختلاف میں خاموشی اختیار کی جائے۔ وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے لیے اچھا گمان کیا جائے اور ان کے بارے میں بہتر توجیہات اختیار کی جائیں۔
امام نوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: جان لو کہ صحابہ کے درمیان جو خون ریزی ہوئی وہ اس وعید میں داخل نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ((جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ امنے سامنے ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں اگ میں جائیں گے))

،اہل سنت کا موقف ہے جو حق ہے صحابہ کرام کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے،اور جو کچھ ان کے درمیان پیش ایا،اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے،ان کے درمیان جو قتال ہوا،اس کی تاویل کی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مجتہد اور متاول تھے ان کا مقصد گناہ یا صاف دنیاداری ہر گز نہ تھا،ہر گزوہ اپ نے اپ کو حق پر سمجھتا تھا،اور دوسرے کو گنہگار،اور اس وجہ سے اس سے لڑائی کو واجب جانتا تھا،ان میں سے بعض حق پر تھے اور بعض اجتہادی خطا پر،اور خطا کرنے والا بھی معدور ہوتا ہے،اور اس پر گناہ نہیں ہوتا۔
یہاں ہم کو طبّی رحمت اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:((کسی بھی صحابی کی طرف یقینی خطا کی نسبت جائز نہیں، کیونکہ ہر کسی نے اجتہاد کیا، اوران کا مقصد اللہ کی رضا تھا،وہ سب ہمارے امام ہیں، ہمیں ان کے خلاف خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔
ہمیں ان کا ذکر اچھے انداز میں کرنے کا حکم ہے کیونکہ ان کی صحبت کی حرمت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالی نے ان کو معاف فرمادیا اور ان سے اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔

امام بیہقی نے "السنن" میں روایت کیا: شعبی نے کہا: حضرت حسن بن علی نے صلح کی اور شہم نے کہا: جب حضرت حسن نے حکومت حضرت معاویہ کو سونپی تو حضرت معاویہ نے ان سے نخیلہ کہ مقام پر نہایت ادب واحترام سے کہا: اٹھو اور تقریر کرو
تو رضی اللہ تعالی عنہ نے اللہ تعالی کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: بے شک سب سے زیادہ عقلمندی تقوی ہے اور سب سے بڑی بے عقلی گناہ ہے۔ یہ حکوث ہے جس میں میرا اور حضرت امیر معاویہ کا اختلاف تھا، یا تو وہ اس شخص کا حق ہے جو مجھ سے زیادہ حقدار تھا یا میرا حق تھا جو میں نے حضرت معاویہ کو دے دیا تاکہ مسلمانوں کی اصلاح ہو جائے اور ان کا خون نہ بہے۔ {وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّه فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ } [الانبیا: 111]

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے۔

پھر انہوں نے استغفار کیا اور نیچے اتر آئے۔ اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بھی پوری ہو گئی جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا: ((میرا یہ بیٹا سید ہے، اور شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروادے))۔
لہذا جس امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے صلح کی ہم اس سے جھگڑا نہیں کر سکتے اور جس یزید سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنگ کی ہم اس سے بھی کبھی صلح نہیں کر سکتے۔

السوال السابع عشر: کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کے اطلاع دینے سے غیب کا علم حاصل ہے؟ اور اس کی کیا دلیلیں ہیں؟

الجواب : جان لو کہ اس دنیا میں جو کوئی بھی چیز ہے خواہ وہ ایک ذرہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو وہ بھی اللہ کے مالک بنانے اور اس کے عطا فرمانے ہی سے ہے، خواہ وہ چیز علم، ہو مال ہو، یا کچھ۔ اور یہ ایک اسلامی عقیدہ ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔
پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت (علم غیب وغیرہ کی) اللہ کے عطا کرنے سے ہے اور ایسی ملکیت نسبت و مجازی ہے جبکہ حقیقی مالک صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اور ملکیت خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی دونوں قران کریم سے ثابت ہیں۔
حقیقی ملکیت کی مثال اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے، { مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ } [الفاتحۃ: 3] ترجمہ: یعنی روزِ جزا کا مالک۔
اور مجازی ملکیت کی مثال حضرت موسی علیہ السلام کا اپنا اقرار ہے، جیسا کہ قران میں ہے: { قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ } [المائدۃ: 120]

ترجمہ: اے میرے! رب میں تو صرف اپنے اپ اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں۔ اور حقیقی اور مجازی قسم کی ملکیت کا مجموعی ذکر اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی موجود ہے: { وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَّشَاءُ } [البقرة: 247]

ترجمہ: اور اللہ جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کرتا ہے۔

پس ہمارا عقیدہ ہے کہ جیسے ہم حقیقی ملکیت کو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ثابت مانتے ہیں ویسے ہی ہم اللہ تعالی کے دیے ہوئے مجازی ملکیت کو بھی مانتے ہیں کیونکہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو کتاب کے ایک حصے پر ایمان لائیں اور دوسرے حصے کا انکار کریں بلکہ سچا مومن وہ ہے جو پورے قران پر ایمان رکھتا ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھر جان لو کہ دین کا سارا مدار اور نجات کی تمام بنیاد قران عظیم پر مکمل ایمان ہے اور اکثر لوگ جو گمراہ ہوئے تو ان کی گمراہی کی جڑ یہی تھی کہ وہ کچھ ایتوں کو مانتے تھے اور کچھ کا انکار کرتے تھے چنانچہ قدریہ ایت قرانی { وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ } [النحل: 118] پر تم ایمان لائے، مگر ایت ربانی { وَاللهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ } [الصفات: 96] کا انکار کر بیٹھے۔ اور جبریہ نے { وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَّشَاءَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ } [التكوير: 29] کو تومانا، لیکن { ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ } [النعام: 146] کا انکار کر دیا، اسی طرح خوارج نے { وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ○ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ } [الانفطار: 14، 15] آیت کو تومانا، مگر آیت کریمہ { إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ } [النسا: 48] کو چھوڑ دیا اور مرجیۃ الضلال نے { لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ ۔ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ } [الزمر: 53] پر توخوب زور دیا، لیکن { مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ } [النسا: 123] کو گویا سنا ہی نہیں۔

اللہ عزوجل نے قران مجید میں فرمایا: { مَنوَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ } [آل عمران: 179] مگر ساتھ ہی فرمایا: { وَلٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ } [آل عمران: 179] یعنی اللہ تعالی کسی کو یوں ہی غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسولوں میں جسے چاہے منتخب فرمالیتا ہے اور فرمایا: { وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ } [التكوير: 24] یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتوں کو چھپانے والے نہیں. پھر فرمایا: { وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا } [النسا: 113] عنی اے محبوب ہم نے اپ کو وہ کچھ سکھایا جو اپ نہ جانتے تھے اور اپ پر بڑا اللہ کا فضل ہے۔

پس ہمارے رب عزوجل نے ایک طرف نفی کی جس کا کوئی رد نہیں اور دوسری طرف اثبات کیا جس میں کوئی شک نہیں سو دونوں سچ ہیں، دونوں قران ہیں، دونوں پر ایمان فرض ہے، جس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے قران کا انکار کیا، اگر کوئی مطلقا نفی کرے اور کہیں بھی اثبات نہ مانے تو وہ آیات اثبات کا منکر ہو کر کافر ہوگا اور اگر کوئی صرف اثبات کو مانے اور کہیں بھی نفی کو تسلیم نہ کرے تو وہ ایات نفی کا منکر ہوگا اور کفر میں جاپڑے گا اور مومن وہی ہے جو پورے قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور راستوں میں تفرقہ نہیں ڈالتا۔ اور جب یہ دونوں (یعنی نفی اور اثبات) ایک مقام پر جمع نہیں ہو سکتے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ تحقیق اور فحص کیا جائے کہ کہاں نفی مراد ہے اور کہاں اثبات۔

وہ علم جو بندوں کے لیے ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عطائی علم ہے چاہے وہ اجمالی مطلق ہو یا تفصیلی مطلق، اور یہی وہ علم ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی مدح فرمائی ہے۔

چنانچہ فرمایا: اور بے شک وہ ایک علم والا تھا اس لیے کہ ہم نے اسے علم دیا۔

چنانچہ فرمایا: اور انہوں نے اسے خوشخبری دی ایک بڑے علم والے بیٹے کی۔

اور فرمایا: اور ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا فرمایا۔

اور فرمایا: اور اس نے تمہیں وہ سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔
اور اس مضمون کی ایات قران عظیم میں بکثرت موجود ہیں۔ سوایات اثبات میں یہی علم مراد ہے یعنی علم عطائی یہی وہ حق محمل ہے جس سے اعراض کی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کسی دوسرے محمل کی گنجائش ہے۔

خلاصہ تحقیق:

بس اس تمام بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چاہا، جتنا چاہا، جس قدر چاہا، غیب پر مطلع فرمایا تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہی غیب جانتے ہیں جتنا اللہ تعالی نے چاہا، جب چاہا، اور جس پہلو سے چاہا۔

احادیث:
اور بر حال وہ احادیث جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تو وہ یہ ہیں:
● حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سی روایت ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: <نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ایسا خطبہ دیا کہ تخلیق کی ابتدا سے بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ تھوڑی سی پیسے جنتیوں کے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے اپنی اپنی جگھوں پر پہنچنے تک سب کچھ ہمیں بتادیا>۔
● ترجمہ: میرے سامنے دنیا و اخرت کے وہ تمام امور پیش کر دیے گئے، جو ائندہ پیش انے والے ہیں.
● ترجمہ: اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سب باتوں کی خبر دی، جو ہو چکی تھی اور جو ہونے والی تھی تو ہم جاننے والے بنیں اور یادرکھنے والے بنے.
● ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا.
● ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم میری قبلہ گاہ دیکھ رہے ہو یہاں؟ اللہ کی قسم! تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے مخفی نہیں بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے.

اقوال ائمہ:
اور علماء کے وہ اقوال جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے وہ درج ذیل ہے.
● علامہ محمود الالوسی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک وفات نہ فرمائیں گے جب تک ہر اس چیز کا علم نہ حاصل فرمالیا جو ممکن ہے کہ معلوم ہو.
● سید عبدالعزیز دباغ رحمت اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ امور کا حال کیسے مخفی ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان کی امت کے اہل تصرف میں سے ہر ایک شخص بھی اس وقت تک تصرف نہیں کر سکتا جب تک ان پانچ امور کو نہ جانے.
● امام جلال الدین سیوطی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں، بعض اہل علم کا یہ موقف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا بھی علم عطا ہوا، نیز قیامت کے وقت، روح اور دیگر امور کا بھی لیکن، اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا اظہار کرنے سے منع کیا گیا.
● احمد شہاب الدین خفاجی رحمت اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اللہ تعالی کے غیب میں سے کسی غیب پر بندے کا مطلع ہونا اللہ کے نور کے ذریعے ممکن ہے جیسا کہ اس حدیث سے دلیل ہے مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو اسے ناممکن قرار دینا

درست نہیں.

● امام محمد غزالی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا: اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسی صفت تھی جس کے ذریعے اپ غیب کی باتوں کو جان لیتے چاہے بیداری کی حالت میں ہو یا خواب میں اسی صفت کے ذریعے اپ لوح محفوظ کو دیکھتے اور اس میں موجود غیب کو ملاحظہ فرماتے۔

السوال الثامن عشر : کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے اختیارات عطا کیے گئے ہیں؟

الجواب : دنیا کی تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی شخص اللہ تعالی کے حکم کے بغیر کسی کام کا اختیار نہیں رکھتا، حتی کہ کوئی انسان کسی مچھر یا مکھی کو بھی اللہ تعالی کی اجازت اور ارادے کے بغیر قتل نہیں کر سکتا۔ اور جب اللہ کا اذن شامل ہو جاتا ہے تو وہی مچھر بھی کسی انسان کے قتل پر قادر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نمرود کی موت کے واقعے میں کہا جاتا ہے اور جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ بہت سے انسان مکھی یا مچھر کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جو کہ وہ انسانی جسم میں جراثیم منتقل کر دیتے ہیں۔

اور اسی طرح کوئی بھی شخص مردے کو اللہ کی اجازت کے بغیر زندہ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب اللہ تعالی کی طرف سے اجازت اور توفیق شامل ہو جائے تو ایسا ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسا حضرت عیسی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا تھا۔ جیسا کہ قران مجید میں ہے [وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ] اور میں مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

اور اسی طرح کوئی بھی شخص کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر اولاد نہیں دے سکتا ہاں اگر اللہ کی مشیت اور اجازت اس کے ساتھ ہو تو بندہ پھر جسے چاہے اولاد عطا کر سکتا ہے جیسا کہ قران میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قول نقل ہوا ہے انہوں نے کہا [قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا]. میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں.

جب تم یہ جان چکے تو اب یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو صفات میں مختلف بنایا ہے. ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ہزاروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور بعض عام لوگوں کی طرح ہوتے ہیں اور یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، کسی کے اندر اپنی ذات سے نہ کوئی کمال ہوتا ہے نہ اپنی صفت سے بلکہ جو کچھ بھی کمال ہے وہ اللہ ہی کا پیدا کردہ ہوتا ہے پس اگر ہم کسی کے کمال کا اقرار کرتے ہیں تو درحقیقت ہم اللہ کی اس نعمت کا اعتراف کرتے ہیں جو اس پر کی گئی، چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالی کا یہ ایک بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے انہیں ایسی صفات عطا فرمائی جو دنیا والوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار کمالات اور فضائل عطا کیے گئے جن کا شمار ممکن نہیں اور ان کی حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے.

قران حکیم کی روشنی میں اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ::

■ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جسے چاہے اللہ کے حکم سے غنی کر دیں گے، جیسا کہ قران مجید میں فرمایا گیا: ا{ وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنْ أَغْنَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضْلِهِۦ } [التوبا : 74] انہوں نے نفاق کی وجہ سے صرف اسی بات پر اعتراض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تھا۔

■ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے حکم سے جسے جو چاہیں عطا فرما دیں، اور جسے چاہیں جس چیز سے چاہیں منع فرما دیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: { وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُواْ } [الحشر : 07] رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ۔

■ اور فرمایا: { وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ } [التوبا : 59] اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی چیز پر راضی ہو جاتے۔

■ اسی ایت میں اگے فرمایا: { سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ } [التوبا : 59] عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے۔

■ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اللہ کے اذن سے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار دیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: { وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ } [التوبا : 59] وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام۔

احادیث مبارکہ سے ثبوت: :

● خبر دار! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام قرار دیا وہ اسی طرح حرام ہے جیسا اللہ نے اسے حرام قرار دیا(اسے امام احمد ترمذی اور ابن ماجار حمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔)

● اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا (مقدس) قرار دیا اور میں مدینہ کو حرمت والا (مقدس) قرار دیتا ہوں۔

● اور ان اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو عدت کے دوران س چھوڑ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ائے اور فرمایا: تین دن تک سوگ مناؤ پھر جو چاہو کرو۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت سے اختیارات اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے ہیں جن کے مظاہر متعدد مواقع پر نظر اتے ہیں۔

السوال التاسع عشر: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن کافی ہے حدیث کی حاجت نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن اور حدیث کافی ہے ان دونوں کے علاوہ کسی اور چیز کی حاجت نہیں اور نہ ہی ہمیں سلف صالحین کی پیروی کی ضرورت ہے، تو اس دعوے کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب : سلف صالح سے مراد وہ ابتدائی دور کے لوگ ہیں جو سب سے پہلے گزرے، یعنی صحابہ، تابعین، اور ان کے بعد آنے والے تابعین کے شاگرد۔ ان کو "سلف" اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بعد میں آنے والوں سے پہلے گزرنے والے ہیں، اور انھیں سلف اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان پر اور ان کے دور میں نیکی کا غلبہ تھا۔

اکثر طور پر سلف صالح کا اطلاق ابتدائی نیک زمانے کے لوگوں پر ہوتا ہے، اور یہ دو طبقوں کے ساتھ خاص ہے، صحابہ اور تابعین، اور ان میں سے ہر طبقہ اپنے سے پہلے آنے والوں کو عزت دیتا تھا۔

سلف صالح کی اقتداء و پیروی قرآن و حدیث کی صراحت سے ثابت ہے۔

1:- تحقیق قرآن مجید نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کو واجب اور ان کے راستے کو لازم قرار دیا ہے، اور جو ان کے راستے کے خلاف چلے اسے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اللہ کریم کا فرمان ہے: { وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ – وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا } [النسا : 176]

ترجمہ: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے"

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: { غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ } سے مراد صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا وہ عقیدہ اور عمل ہے

جس پر وہ قائم رہے اور یہی سید ھا دین ہے۔
اس آیت سے امام شافعی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے استدلال فرمایا، اور ان سے جب قرآن پاک سے اجماع کے صحیح ہونے کی دلیل پوچھی گئی تو انہوں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور اس آیت سے استدلال کرنے کی صورت یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے { غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ }کی اتباع کرنے پر اسی طرح وعید فرمائی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر وعید فرمائی ہے، تو ھدایت کے ظاہر وجانے کے بعد اللہ عزوجل نے مومنین کے راستے کی مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو برابر قرار فرمادیا۔

2:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: { فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْاۚ - وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍۚ - فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ - وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ } [البقرۃ : 286] یعنی "پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے"

یہ آیت اس بارے میں واضح دلیل ہے کہ جن عقائد وایمان پر صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے، وہی اصل ھدایت اور حق ہے۔ اور جو ان کے جیسا ایمان لایا تو وہی ھدایت اور سیدھے راستے پر ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ آیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ہے اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر ان تمام لوگوں پر صادق آتی ہے جو صحابہ کرام کے راستے پر چلے اور ان کی پیروی کی۔
3:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: { قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ - عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ - وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ } [الیوسف : 111] یعنی "تم فرماؤ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں- میں اور میری پیروی کرنے والے والے کامل بصیرت پر ہیں اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں"۔
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ کے سب سے پہلے پیروکار ہیں، تو وہ نبی کریم ﷺ کے راستے پر اللہ عزوجل کی طرف واضح فراست کے ساتھ بلاتے رہے۔
4:- اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی اور اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:- { مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا - سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ - ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ - وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ - كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ - وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا } [الفتح : 29]

"یعنی "محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل ورضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے"۔
اور فرمایا: { وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ - رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا - ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ } [التوبا : 129]

یعنی "اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے"۔

اور فرمایا: { اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَه عَلٰى رَسُوْلِه وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا- وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا }[التوبا : 129]

یعنی "تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمادیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے"۔

5:-اور نبی کریم ﷺ کا صحابہ کی اصلاح کرنا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-"خير الناس قرني ثم الذين يلو نهم ثم الذين يلو نهم "یعنی "لوگوں میں سب سے بہترین میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں"۔

پس یہ آیات اور احادیث اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ بے شک صحابۂ کرام علیہم رضوان ہدایت اور بھلائی پر ہیں اور وہ پیروی اور اقتدا کے اہل ہیں۔ اور جو کوئی ابتدائی دور کے لوگوں کے عمل اور ان کی سمجھ سے نہ آشنا ہو، وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے، اور شاذ اقوال لے کر آتا ہے، اگرچہ اس کے ساتھ حدیث کا ظاہر ہو، حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:-" حدیث گمراہی ہے لیکن فقہاء کے لیے"

اور تحقیق ابن زید رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بات کا معنی یوں بیان کیا:-"مراد یہ کہ غیر فقی شخص کسی چیز کو اس کے ظاہر پر محمول کرتا ہے حالانکہ اس کے لیے کسی دوسری حدیث سے تاویل ہوتی ہے، یا اس پر کوئی دلیل ہوتی ہے جو کہ اس شخص پر پوشیدہ ہوتی ہے، یا وہ حدیث متروک ہوتی ہے اور اس پر عمل کو چھوڑ دینا واجب ہوتا ہے، اور ان سب باتوں پر وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جو علم میں گہرائی رکھتا ہو اور فقاہت حاصل کیے ہوئے ہو۔

اور اسی مسئلے پر ابن وہب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے:-"ہر صاحب حدیث (محدث) جس کا فقہ میں کوئی امام نہ ہو تو وہ گمراہ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں امام مالک اور لیس بن سعد کے ذریعے نہ بچایا ہوتا تو ضرور ہم گمراہ ہو جاتے"۔

اور بہت مرتبہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کسی حدیث پر عمل کو چھوڑ دینے پر اجماع کر لیتے تھے، حالاں کہ وہ حدیث صحیح ہوتی تھی، کیونکہ وہ اس پر عمل کو چھوڑ دینے کے لیے کوئی مشروع سبب جانتے تھے، اگرچہ وہ اسے بیان نہ کریں، تو صرف ان کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا بذات خود اس پر عمل نہ کرنے کی مستقل دلیل بن جاتا ہے نہ یہ کہ ان کا ترک عمل حدیث سے افضل ہو بلکہ وہ ترک بھی کسی دینی بنیاد پر ہوتا ہے۔

تو ممکن نہیں کہ صحابہ کسی حدیث کے ترک پر جمع ہو جائیں، اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ کسی خطا کے کام پر جمع ہو جائیں۔ اور تحقیق حضرت ابن ابی زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "الجامع" میں فرمایا:-"احادیث کو تسلیم کیا جائے انہیں کسی رائے سے رد نہ کیا جائے، اور نہ کسی قیاس کے ذریعے ٹالا جائے، اور سلف صالحین نے کسی حدیث میں جو کچھ تاویل کی ہم بھی وہی تاویل کریں گے، اور جس پر وہ عمل کریں گے ہم بھی اسی پر عمل کریں گے، اور جسے انہوں نے چھوڑ دیا ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے، اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر خاموش رہیں جس پر وہ خاموش رہے، اور ان کی پیروی کریں ان چیزوں میں جو انہوں نے بیان کر دیں، اور ہم ان مسائل ان کی پیروی کریں کہ جن میں انہوں نے اجتہاد کیا اور رائے قائم کیں، اور ان چیزوں میں ان کی جماعت سے باہر نہ نکلیں جن چیزوں میں یا ان چیزوں کی تاویل میں ان کے درمیان اختلاف ہوا"۔

اور حاصل کلام یہ کہ سلف صالحین کی پیروی میں نجات ہے، اور وہ رہنما ہیں ان چیزوں کے تاویل میں جن میں انہوں نے تاویل کی اور ان مسائل کے نکالنے میں جو انہوں نے نکالے۔ اور تحقیق اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو انعام یافتہ لوگوں کے راستے کی طرف ہدایت

مانگنے کی دعا سکھائی، اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم یوں دعا مانگیں:{ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ – صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ }

یعنی "ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کا راستہ دن پر تو نے احسان کیا"، اور اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کو یوں بیان فرمایا:-" فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ "یعنی "تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قرآن اور حدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، صالحین کے راستے پر چلائے اور گمراہوں کے راستے سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

چالیس فیصد نصاب سے کثیرالانتخابی سوالات

سوال نمبر01:-"اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو---نہ ہوتا"۔

الف:زمین ب:آسمان ج:جنت ودوزخ د:الف،ب اورج

سوال نمبر02:-"اگر حضور نہ ہوتے تو دنیا،جنت،دوزخ اور آسمان نہ ہوتا" یہ قول---ہے۔

الف:صحیح ب:سچا ج:علماء کا اختلاف ہے د:الف اور ب

سوال نمبر3:"اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ ہوتے تو دنیا،جنت،دوزخ اور اسمان نہ ہوتا" یہ قول ثابت ہے

الف:متعدد احادیث سے ب:چند احادیث سے ج:صرف ایک حدیث سے

سوال نمبر4:مذکورہ روایات کی دلیل پر______نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے ملفوع حدیث روایت کی۔

الف:امام رازی ب:امام دیلمی ج:امام بخاری د:امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیھم

سوال نمبر5:"یا محمد!لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار" اس حدیث کے راوی ______ہیں

الف:حضرت ابن مسعود ب:حضرت ابن عمر ج:حضرت ابن عباس

سوال نمبر6:"اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ ہوتے تو دنیا،جنت،دوزخ اور اسمان نہ ہوتا" یہ قول______کے خلاف نہیں

الف:دین کے اصول ب:دین کی بنیادوں ج:الف اور ب د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر7:حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم______ہیں

الف:نور ب:بشر ج:فرشتہ د:نوری بشر

سوال نمبر8:صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعتبار سے______ہیں۔

الف:نور ب:بشر ج:فرشتہ د:الف اور ب

سوال نمبر9:حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ذاتی اعتبار سے______ہیں

الف:نور ب:بشر ج:فرشتہ د:الف اور ب

سوال نمبر10: قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا ___ رَّسُوۡلاً

الف: بشرا | ب: نورا | ج: ملکا | د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر12: قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ____ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ

الف: بشر | ب: نور | ج: ملک | د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر13: ایت "مذکور ایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ______ ہونے پر دلالت کرتی ہے

الف: فرشتہ | ب: نور | ج: بشر | د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر14: علماء کے اقوال کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ______ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

الف: فرشتہ | ب: نور | ج: بشر | د: الف اور ب

سوال نمبر15: انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد ان کی ح حیات ______ ہے

الف: حق | ب: صحیح | : علماء کا اختلاف ہے | د: الف اور ب

سوال نمبر16: میں سیٹنگ وغیرہ علیہم السلام کے وصال کے بعد ان کی حیات ______ سے ثابت ہے

الف: قران کریم | ب: احادیث مبارکہ | ج: اسلاف کے اقوال | د: الف اور ب

سوال نمبر17: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔۔الخ" اس ایت میں ______ کی حیات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے

الف: شہداء | ب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم | ج: انبیاء علیہم السلام | د: تمام مرحومین

سوال نمبر18: مذکورہ آیات مفہوم موافقت کے ذریعے ____ کی حیات پر بھی دلالت کرتی ہے۔

الف: شہدا | ب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم | ج: انبیاء علیہم السلام | د: الف اور ب

سوال نمبر19: مذکورہ آیات لفظ کے عموم کے ذریعے ____ کی حیات پر دلالت کرتی ہے

الف: شہدا | ب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم | ج: انبیاء علیہم السلام | د: الف اور ب

سوال نمبر20: مذکورہ آیت کے مطابق امیر کرام علیہم السلام کا مرتبہ شہداء سے ____ ہے

الف: پست | ب: بلند | ج: مساوی | د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر21: اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ______ کو جمع فرمادیا ہے

الف: وصف نبوت　　ب: وصف شہادت　　ج: الف اور ب　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر22: ان النبي صلى الله عليه واله وسلم ليلة اسرى به مر بموسى عليه السلام وهو يصلي في قبره" __ رضی اللہ تعالی عنہ اس روایت کی۔

الف: امام بخاری　　ب: امام مسلم　　ج: امام ترمذی　　د: امام ابوداؤد

سوال نمبر24: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم شب معراج حضرت موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں ______

الف: ارام فرمارہے تھے　　ب: قران پاک کی تلاوت فرمارہے تھے　　ج: نماز ادا فرمارہے تھے

سوال نمبر25: "الانبياء واحياء في قبورهم يصلون" اس حدیث کے راوی ______ ہیں

الف: حضرت ابن عمر　　ب: حضرت انس　　ج: حضرت عروہ　　د: حضرت عباس

سوال نمبر26: "الانبياء احياء في قبورهم يصلون" یہ حدیث ______ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی

الف: حضرت ابو یعلی　　ب: حضرت بیھقی　　ج: حضرت ابو نعیم　　د: الف اور ب

سوال نمبر27: "ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء" یہ حدیث ______ نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی۔

الف: حضرت ابو یعلی　　ب: حضرت ابو داؤد　　ج: حضرت بیہقی　　د: ب اور ج

سوال نمبر28: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے روضہ انور میں حقیقی حیات اور ______ کے ساتھ تشریف فرما ہیں

الف: روح　　ب: جسم　　ج: الف اور ب　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر29: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ انور میں ______ فرماتے ہیں۔

الف: اللہ تعالی کی عبادت　　ب: امتیوں کے سلام کا جواب　　ج: امتیوں کے لیے دعا　　د: الف ب اور ج

سوال نمبر30: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں علماء واسلاف کے اقوال ______۔ ہیں

الف: صرف ایک　　ب: بے شمار　　ج: صرف چند　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 31: حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی صحی وصال کے بعد ان کی زیارت ______ کو ہوتی ہے

الف: ہر انسان　　ب: صرف اللہ کے نیک بندوں　　ج: جسے حضور علیہ السلام چاہیں

سوال نمبر 32: "من راني في المنام فسيراني فليقظة، ولا يتمثل الشيطان بي" یہ حدیث مبارکہ ______ سے نقل کی گئی ہے

الف: مسلم شریف　　ب: بخاری شریف　　ج: ابن ماجہ　　د: نسائی شریف

سوال نمبر 33: "من راني في المنام فسيراني فليقظة، ولا يتمثل الشيطان بي" یہ حدیث مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی ______ پر دلالت کرتی ہے

الف: ظاہری مثال کے بعد زیارت　　ب: ولادت　　ج: نبوت　　د: ظاہری وصال

سوال نمبر 34: محفل میلاد نبی صلی اللہ علیہ و سلم کا انعقاد ______

الف: صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور تک جاری رہا　　ج: تابعین دور تک جاری رہا
ب: اولیاء کرام رحمہم اللہ کے دور تک جاری رہا　　د: اج تک جاری ہے

سوال نمبر 35: ______ کے دور میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ و سلم کا انعقاد ہوتا رہا۔

الف: صحابہ کرام　　ب: تابعین　　ج: اولیاء کرام　　د: ہر دور میں

سوال نمبر 36: محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ و سلم کی اصل ______ سے ثابت ہے

الف: قران مجید　　ب: احادیث مبارک　　ج: علمائے کرام کے اقوال وافعال　　د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 37: شریعت کا اس امر پر خاموشی اختیار کرنا جس کی اصل شریعت میں موجود نہ ہو، اس امر کے ______ ہونے کی علامت ہے۔

الف: جائز　　ب: ناجائز　　ج: مکروہ تحریمی　　د: حرام

سوال نمبر 39: محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ و سلم پہلے کے دور میں جس درس پر منعقد ہوتی تھی اج کے دور میں اس طرز پر نہ ہونا اس کو ______

الف: ممنوع کر دیتا ہے　　ب: ممنوع نہیں کرتا　　ج: بعض صورتوں میں ممنوع کر دیتا ہے　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 40: حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے دور مبارکہ میں ______ نہیں تھا

الف: موجودہ طرز کا قران مجید　　ب: تراویح کی جماعت　　ج: موجود طرز کی مساجد　　د: الف ب اور ج

سوال نمبر 41: جو لوگ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ و سلم کا انکار کرتے ہیں وہ در حقیقت ______

ـــــــــ کا انکار کرتے ہیں۔

الف: محفل ملان النبی
ب: اس میں ہونے والی فاسد رسومات
ج: اس کے موجودہ طریقہ

سوال نمبر 42: محفل میلاد مصطفی میں ہونے والی فاسومات میں شامل ہے ـــــ

الف: لہولعب
ب: مرد ہوا عورت کا اخلاط
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 43: علماء کرام ہر اس احتجاع کا انکار کرتے ہیں جو ـــــــ ہو۔

الف: شریعت کے مطابق
ب: فاسد رسومات پر مشتمل
ج: پہلے کے دور کے طرز پر مشتمل
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 44: "وَلو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَاءُوکَ ... الخ" اس ایت کا حکم ـــــــ

الف: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا تک محدود تھا
ب: صحابہ کرام علیہم رضوان کے دور تک محدود تھا
ج: صالحین کے دور تک محدود تھا
د: قیامت کے دن تک باقی ہے

سوال نمبر 45: مخلوق کے لیے لازم کی بارگا میں سب سے بڑا وسیلہ ہیں ـــــ

الف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
ج: حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالی علیہ
د: غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ

سوال نمبر 46: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس امت کے لیئے ـــــــ میں سب سے بڑا وسیلہ ہیں

الف: دنیا
ب: اخرت
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 47: رحمت اللعالمین ہیں ـــــ

الف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ب: حضرت جبرائیل علیہ السلام
ج: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
د: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ

سوال نمبر 48: "ولوالنوم ظلموا انفسھم جاءوک ۔۔ الخ" اس آیت کا حکم ـــــــ ہے

الف: مطلق
ب: مقید
ج: بعض صورتوں میں مقید
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر سوال نمبر 49: مذکورہ ایت کے حکم کو ـــــ کے ساتھ مقید نہیں کیا جائے گا۔

الف: نص
ب: دلیل عقلی
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 50: قران کی ایت کا معنی دائمی طور پر ـــــ کے لیے ہوتا ہے۔

الف: عموم لفظ
ب: خصوصیت سبب
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 51: مذکورہ میں سے ـــــ اصل ہے۔

الف: اطلاق
ب: تقید
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 52: مذکورہ میں سے ـــــــ کو دلیل کی حاجت ہوتی ہے۔

الف: اطلاق ب: تقید ج: الف اور ب د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 53: "اطلاق اصل ہوتا ہے، اسے دلیل کی حاجت نہیں ہوتی" اس قول کو مفسرین نے ـــــــ کے آثار سے سمجھا ہے

الف: فرشتوں ب: سلف وصالحین ج: عام افراد د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 54: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ... الخ" اس ایت سے کثیر علماء نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ـــــــ کا استدلال کیا

الف: روضہ انور کی زیارت ب: اخری نبی ہونے ج: رسالت د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 55: امیر المومنین ابو جعفر منصور اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا واقعہ ـــــــ نے نقل فرمایا۔

الف: حضرت امام رازی ب: حضرت امام بیہقی ج: حضرت امام غزالی علیہ رحمۃ

سوال نمبر 56: امیر المومنین ابو جعفر منصور اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا واقعہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ـــــــ میں نقل فرمایا۔

الف: احیاء العلوم ب: کیمیائے سعادت ج: منہاج العابدین د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 58: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خلیفہ سے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت ـــــــ کے لیے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ ہوں گے۔

الف: تیرے ب: تیرے والد حضرت ادم علیہ سلام ج: الف اور ب د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 59: ہمارے لیے ـــــــ ہی کافی ہے۔

الف: قران سے اجتہاد کرنا
ب: حدیث سے اجتہاد کرنا
ج: جلیل قدر ائمہ کی رائے کی پیروی کرنا
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 60: لغت میں توسل کہتے ہیں: اس کے ذریعے

الف: کسی چیز تک پہنچنا
ب: کسی چیز کے قریب ہونا
ج: کسی چیز سے جدا ہونا
د: الف اور ب

سوال نمبر 61: شریعت کے عرف میں میں توسل کہتے ہیں: اس کے ذریعے

الف: اللہ کی بارگاہ تک پہنچنا ب: خصوصیت سبب ج: اللہ کی عبادت کرنا د: الف اور ب

سوال نمبر 62: توسل سے مراد: "ـــــــ کے ذریعے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنا اور اس کا قرب پانا

الف: نیک اعمال ب: نیک شخصیات ج: دیگر تمام نیک ذرائع د: الف ب اور ج

سوال نمبر63:وسیلہ_____ہے

الف:جائز　ب:فرض　ج:مکرو　د:حرام

سوال نمبر64:وسیلہ_____سے ثابت ہے۔

الف:قران مجید　ب:احادیث مبارکہ　ج:اسلاف کے اقوال وافعال　د:الف ب اورج

سوال نمبر65:اللہ عزوجل نے کلام عزیز میں____مقامات پر وسیلے کا تذکرہ فرمایا۔

الف:1　ب:2　ج:4　د:6

سوال نمبر66:"یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ" اس ایت میں اللہ عزوجل نے _____فرمایا۔

الف:وسیلے کا حکم　ب:وسیلے سے منع　ج:وسیلے کی وعید　د:وسیلے کی فضیلت

سوال نمبر67:"اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلہ" اس ایت میں اللہ عزوجل نے _____فرمایا

الف:وسیلے کا حکم　ج:وسیلہ اختیار کرنے والوں کی مذمت
ب:وسیلے اختیار کرنے والوں کی تعریف　د:وسیلہ اختیار کرنے سے منع

سوال نمبر68:وقد ورد في الاحاديث الكثيره الذكر التوسل ب___

الف:الصلح　ب:الحسن　ج:الذم　د:الف اور ب

سوال نمبر69:جس حدیث میں اللہ عزوجل نے وسیلے کی برکت سے ایک نابینہ کی بصارت کو کھول دیا تھا اس کے راوی_____ہیں

الف:حضرت عثمان بن عفان　ج:حضرت عثمان بن حنیف
ب:حضرت عثمان بن مظعون　د:حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم

سوال نمبر70:اللہ عزوجل نے اس نابینہ کی بشارت کو کھول دیا جب اس نے اپنی دعا میں_____کو وسیلہ بنایا۔

الف:حضور علیہ السلام　ج:حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ
ب:حضرت جبرائیل علیہ السلام　د:الف،ب اورج

سوال نمبر71:جب مدینہ منورہ میں قحط سالی ہو گئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے_____کے وسیلے سے دعا فرمائی تو بارش ہو گئی۔

الف:حضرت عبداللہ بن عباس　ج:حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم
ب:حضرت عبداللہ بن عمر　د:حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہم

سوال نمبر 72: جس روایت میں مدینے کی قحط سالی اور وسیلے کے ذریعے بارش برسنے کا تذکرہ ہے اس کے راوی ______ ہیں۔

الف: حضرت ابو بکر صدیق　　ب: حضرت عمر بن خطاب　　ج: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم

سوال نمبر 73: جس روایت میں مدینے کی حد ثالی اور وسیلے کے ذریعے بارش برسنے کا تذکرہ ہے اسے ______ سے نقل کیا گیا۔

الف: بخاری شریف　　ب: مسلم شریف　　ج: نسائی شریف　　د: ابن ماجہ شریف

سوال نمبر 74: وسیلے کے جواز پر اسلاف کے ______ اقوال ہیں۔

الف: کثیر　　ب: چند　　ج: صرف ایک　　د: وسیلے کی فضیلت

سوال نمبر 76: الاستعانہ والاستمداد ھو طلب ___

الف: العون　　ب: المدد　　ج: المتاع　　د: الف اور ب

سوال نمبر 77: __ مدد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

الف: الاستعانہ　　ب: الاستمداد　　ج: الاستغاثہ　　د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 78: ___ اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

الف: عالم وہ اس کے ذرات　　ب: انسان　　ج: جنات　　د: فرشتے

سوال نمبر 79: علم کو ذرا ذرا اللہ تعالی کا ___ محتاج ہے۔

الف: ہر آن　　ب: ہر لمحہ　　ج: الف اور ب　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 80: عالم کا ذرہ ذرہ قائم ہے ___.

الف: اللہ کے قائم رکھنے کے ساتھ　　ب: بذات خود　　ج: بعض کے استثناء کے ساتھ بذات خود　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 81: اللہ کے قانون میں سے ہے کہ وہ عالم کی مدد کرے __

الف: ان اسباب کے ذریعے جو اس نے خود پیدا فرمائے　　ب: بغیر کسی سبب کے　　ج: الف اور ب　　د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 82: ہم پر لازم ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ حقیقی مددگار ___ ہے

الف: اللہ تعالی　　ب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم　　ج: اولیاء کرام　　د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 83: ہم پر لازم ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ __ ان اسباب کو پیدا فرمانے والا ہے جن کے سبب سے عالم اور اس کے اشیاء قائم ہیں۔

الف: اللہ تعالی ب: حضور علیہ السلام ج: اولیا کرام د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 84: مسلمان جب بھی مخلوق سے مدد طلب کرے گا تو اس بات پر ایمان لانے کے بعد کرے گا کہ حقیقی مددگار __ ہے۔

الف: اللہ تعالی ب: حضور علیہ السلام ج: اولیاء کرام د: دیگر مخلوقات

سوال نمبر 85: ایک مسلمان کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ جو سبب بوئے اختیار کر رہا ہے اس میں __ کے پیدا کیے بغیر نفع و نقصان کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

الف: اللہ تعالی ب: حضور علیہ السلام ج: اولیاء کرام د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 86: ایک مسلمان کا مرض دور کرنے کے لیے دوائی لیتے وقت بھی یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ __ ہی شفا دینے والا ہے۔

الف: اللہ تعالی ب: حضور علیہ السلام ج: انسان د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 87: اگر ایک مسلمان کسی مخلوق سے مدد طلب کر رہا ہے چاہے وہ انسان ہو یا کوئی اور شے ہو تو ہم پر اس کے متعلق حسن ظن رکھنا __ ہے۔

الف: مستحب ب: مکروہ ج: واجب د: حرام

سوال نمبر 88: اگر ایک مسلمان کسی مخلوق سے مدد کر رہا ہے چاہے وہ انسان یا کوئی اور شے ہو تو ہم پر اس کے متعلق __ رکھنا واجب ہے۔

الف: سوء ظن ب: حسن ظن ج: سکوت د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 89: استعانت استمداد اور استغاثہ وغیرہ سب __ سے ثابت ہیں۔

الف: قران مجید ب: احادیث کریمہ ج: الف اور ب د: ان میں سے کچھ نہیں

"سوال نمبر 90: "کل انسان یستعین ویستمد طول حیاته بکثیر من __ فی کثیر من الامور

الف: الانسان ب: الاشیاء ج: الالات د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 91: اللہ عزوجل کے مخلوق سے مدد طلب کرنا __ ہے

الف: مجاز حقیقی ب: مجاز سببی ج: مجاز مرسل د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 92: "وتعاملوا علی البر والتقوی_ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان" یہ ایت __ پر دلالت کرتی ہے.

الف: گناہوں سے بچنے
ب: بھلائی پر ایک دوسرے کی مدد کرنے
ج: نیک کام کرنے
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر93: جس طرح ایک دوسرے کی مدد کرنا جائز ہے اسی طرح ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا__ہے

الف: جائز
ب: واجب
ج: مکروہ
د: حرام

سوال نمبر94: "واجعل لي وزيرا من اهلي_ هارون اخي_ اشدد به ازري_ واشركه في امري_"_____ پر دلالت کرتی ہیں۔

الف: حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت
ب: حضرت موسی علیہ السلام کا مرتبہ
ج: مدد طلب کرنا
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر95: مذکورہ ایات میں حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے_____ کو اپنا نائب بنانے کی دعا فرمائی۔

الف: اپنے بھائی
ب: اپنے والد
ج: اپنے بیٹے
د: اپنے چچا

سوال نمبر96: مذکورہ آیت_____ پر دلالت کرتی ہے۔

الف: مدد طلب کرنے
ب: گناہوں سے روکنے
ج: صلہ رحمی
د: ان میں سے کچھ نہی

سوال نمبر97: مذکورہ ایت میں_____ نے قوم سے مدد طلب کی۔

الف: حضرت ذوالقرنین
ب: حضرت الیاس
ج: حضرت خضر
د: حضرت موسی علیہ السلام

سوال نمبر98: مذکورہ ایت میں حضرت ذوالقرنین رحمت اللہ تعالی علیہ نے_____ قوم سے مدد طلب کی۔

الف: ایرانی
ب: ترک
ج: شامی
د: عراقی

سوال نمبر99: حضرت القنین رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے قوم سے_____ کی قوت کے ذریعے مدد طلب کی۔

الف: مزدوروں
ب: الات
ج: ماہرین
د: الف، ب اور ج

سوال نمبر100: حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ان کے لیے_____ تعمیر کر دی۔

الف: مضبوط دیوار
ب: پختہ آڑ
ج: الف اور ب
د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر101: حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ دیوار_____ کو روکنے کے لیے تعمیر فرمائی۔

الف:یاجوج ماجوج ب:دجال ج:دامت اللہ د:الف،ب اورج

سوال نمبر102:حضرت ذوالقرنین رحمت اللہ علیہ کا اس دیوار کو تعمیر کرنا_____مدد طلب کرنے کے ذریعے ہوا۔

الف:ایک طرف ب:دوطرف ج:تین طرف د:چار طرف

سوال نمبر103:سب سے پہلے قوم نے حضرت ذوالقرنین رحمت اللہ علیہ سے_____کو روکنے کے لیے مدد طلب کی۔

الف:دابۃ الارض ب:دجال ج:یاجوج ماجوج د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر104:دوسری مرتبہ حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے قوم سے_____کے ذریعے مدد طلب کی۔

الف:مال ب:اسباب ج:الف اور ب د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر105:"واللہ في عون العبد ماکان العبد في عون اخیہ" اس حدیث کو___سے نقل کیا گیا۔

الف:بخاری شریف ب:مسلم شریف ج:ابن ماجہ شریف د:ابوداؤد شریف

سوال نمبر106:اللہ اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ_____کی مدد کرتا ہے۔

الف:اللہ عزوجل ب:حضور علیہ السلام ج:اپنے بھائی د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر107:عون العبد للعبد علی المجاز علی ان اللہ سبب العبد للعبد___

الف: ظہیرا ب: نصیرا ج:معینا د:الف،ب اورج

سوال نمبر108:"وتغیثوا الملھوف وتھدوا الضال" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان_____کے حقوق کے بارے میں ہے۔

الف:پڑوسیوں ب:بچوں ج:والدین د:راستے

سوال نمبر109:اللہ کی مخلوق سے مدد طلب کرنے کے جواز میں احادیث اور دلائل_____ہیں۔

الف:کثیر ب:قلیل ج:صرف ایک د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر110:اللہ کی مخلوق سے مدد طلب کرنے کے جواز میں علماء کرام کے اقوال_____ہیں۔

الف:چند ب:بے شمار ج:صرف ایک د:ان میں سے کچھ نہی

سوال نمبر111:تبرک سے مراد اس متبرک چیز کے ذریعے_____

الف:اللہ کی عبادت کرنا ب:اللہ کا قرب حاصل کرنا ج:اللہ کے بندوں کی مدد کرنا

سوال نمبر112:تبرک اس متبرک چیز کے ذریعے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کو کہتے ہیں، چاہے وہ متبرک چیز ______ ہو

الف:شے ب:مکان ج:شخص د:الف۔ب اورج

سوال نمبر113:ہم اللہ کی نیک بندوں کی فضیلت اور ان کے اللہ عزوجل سے قرب پر یقین رکھتے ہیں، اس بات پر یقین رکھنے کے ساتھ کہ انہیں برائی دور کرنے اور بھلائی پہنچانے کے قوت ______

الف:اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے
ب:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے
ج:ان میں بذات خود موجود ہے
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر114:جو اشیاء متبرک ہیں وہ درحقیقت ---ہیں۔

الف:انہی مبارک شخصیات سے منسوب
ب:بذات خود متبرک
ج:بعض کے استثنا کے ساتھ بذات خود متبرک
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر115:-واماالآثار؛فلانھامنسوبۃ الی تلک الاعیان، فھی---لاجلھا۔

الف:مکرمۃ ب:معظمۃ ج:محبوبۃ د:الف،ب اورج

سوال نمبر116:-مکان---کی حیثیت سے متبرک ہوتے ہیں۔

الف:مکان ہونے
ب:ان میں اللہ کے نیک بندوں کے تشریف فرما ہونے
ج:الف اور ب
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر117:-متبرک مکانات میں اللہ کے نیک بندے تشریف فرما ہوتے ہیں اور وہاں بھلائی واقع ہوتی ہے۔جیسے کہ:-

الف:نماز ب:روزہ ج:ذِکرواذکار د:تمام ترعبادات

سوال نمبر118:-متبرک مکانات میں---کا نزول ہوتا ہے۔

الف:رحمت ب:ملائکہ ج:سکینہ د:الف،ب اورج

سوال نمبر119:-متبرک مکانات سے برکت حاصل کرنے سے ہمارا مقصود---سے برکت حاصل کرنا ہے۔

الف:اُن مکانات سے
ب:اُن میں نازل ہونے والی رحمت سے
ج:الف اور ب
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر120:-تبرک---سے ثابت ہے۔

الف:قرآنِ مجید — ب:احادیثِ مبارکہ — ج:الف اور ب — د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر122:-تابوتِ سکینہ ---کے پاس تھا۔

الف:بنی اِسرائیل — ب:قومِ مدینَ — ج:قومِ لُوط — د:قومِ سَبا

سوال نمبر123:-بنی اِسرائیل اس تابوت کے ذریعے کیا کرتے تھے؟

الف:مدد طلب کرتے تھے — ج:سامان رکھتے تھے

ب:اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے — د:الف اور ب

سوال نمبر124:-"وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ ۝" آیت کا یہ جُز تابوتِ سکینہ کی---پر دلالت کرتا ہے۔

الف:الف:فضیلت — ب:نشانیوں — ج:الف اور ب — د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر125:-اس تابوت میں---کا بقیہ موجود تھا۔

الف:آلِ موسیٰ — ب:آلِ ھارون علیھما السلام — ج:آلِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم — د:الف اور ب

سوال نمبر126:-اس تابوت میں آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون علیھما السلام کا جو بقیہ موجود تھا اس میں---شامل ہے۔

الف:عصائے موسیٰ علیہ السلام — ج:تورات کی تختیاں

ب:حضرتِ ھارون علیہ السلام کی نعلین — د:الف،ب اور ج

سوال نمبر127:-تابوتِ سکینہ میں آلِ موسیٰ اور آلِ ھارون علیھما السلام کی جو اشیاء موجود تھیں انہیں---مُفسّرین نے ذکر کیا ہے۔

الف:علامہ ابنِ کثیر — ج:علامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیھم

ب:علامہ قُرطبی — د:الف،ب اور ج

سوال نمبر128:-"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ---الخ ۝" یہ آیت---معانی پر دلالت کرتی ہے۔

الف:چند — ب:کثیر — ج:صرف ایک — د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر129:-مذکورہ آیت جن کثیر معانی پر دلالت کرتی ہے ان میں---شامل ہیں۔

الف:صالحین کی اشیاء کا وسیلہ پیش کرنا — ج:صالحین کی اشیاء سے برکت حاصل کرنا

ب:صالحین کی اشیاء کی حفاظت کرنا — د:الف،ب اور ج

سوال نمبر130:-وقد یدفع العذاب عن---لئلا یصیب من بینھم من المؤمنین ممن لا یستحق العذاب منہ۔

الف:الکفار　ب:الفجار　ج:الف اور ب　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر131:-بعض اوقات ان---کے سبب سے کُفّار اور فُجّار پر سے بھی عذاب اٹھالیا جاتا ہے، کہ جو ان کے درمیان ہوتے ہیں اور وہ عذاب کے مستحق نہیں ہوتے۔

الف:مؤمنین　ب:منافقین　ج:فاسقین　د:الف، ب اور ج

سوال نمبر132:-"وَلَوۡلَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُوۡنَ وَنِسَآءٌ مُّؤۡمِنٰتٌ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡهُمۡ اَنۡ تَطَـُٔوۡهُمۡ فَتُصِيۡبَكُمۡ---الخ ۝" یہ آیت---پر دلالت کرتی ہے۔

الف:منافقین کی سزا　ب:مسلمانوں کے سبب دنیا میں کفار کی نجات　ج:مکہ مکرمہ کی عظمت　د:آخرت کے احوال

سوال نمبر133:-اگر ایمان والے کمزور لوگ مکہ میں کُفّار کے درمیان نہ ہوتے تو اللہ عزوجل---کو ضرور عذاب دیتا۔

الف:مؤمنین　ب:منافقین　ج:گناہگاروں　د:کفار

سوال نمبر134:-"وَّجَعَلَنِيۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ۝" اس آیت میں---کے قول کو بیان کیا گیا ہے۔

الف:حضرتِ عیسیٰ　ب:حضرتِ موسیٰ　ج:حضرتِ داوٗد　د:حضرتِ سُلیمان علیھم السلام

سوال نمبر135:-"فواللہ ما تنخم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نخامۃ الا وقعت---الخ ۝" یہ حدیثِ مبارکہ---سے نقل کی گئی۔

الف:مسلم شریف　ب:بخاری شریف　ج:ابن ماجہ شریف　د:نِسائی شریف

سوال نمبر136:-مذکورہ حدیث---کے بارے میں ہے۔

الف:نماز　ب:راستے کے حقوق　ج:روزہ　د:وُضوء

سوال نمبر137:-صحابۂ کرام علیھم الرضوان حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وُضو سے جاری ہونے والے نخامۂ مبارکہ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اسے اپنے---پر مل لیتے۔

الف:چہرے　ب:جِلد　ج:الف اور ب　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر138:-مذکورہ حدیث کی شرح میں فرمایا گیا کہ:-حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا---پاک ہے۔

الف:لُعاب دہن شریف　ب:موئے مبارکہ　ج:نخامہ شریف　د:الف، ب اور ج

سوال نمبر139:-مذکورہ حدیث کی شرح میں فرمایا گیا کہ صالحین کی اشیاء سے برکت حاصل کرنا---ہے۔

الف:جائز
ب:واجب
ج:مکروہ
د:ممنوع

سوال نمبر140:-"عن ابي بردة قال قدمت المدينة فلقيني عبد الله بن سلام فقال لي انطلق الى المنزل--الخ"یہ---سے نقل کی گئی۔

الف:مسلم شریف
ب:بخاری شریف
ج:ابن ماجہ شریف
د:نسائی شریف

سوال نمبر141:-مذکورہ حدیث---پر دلالت کرتی ہے۔

الف:تبرک کے ثبوت
ب:تبرک کی فضیلت
ج:صحابۂ کرام علیھم الرضوان کی عظمت
د:مسجد نبوی کی عظمت

سوال نمبر142:-مذکورہ حدیث میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے---سے تبرک کا ثبوت موجود ہے۔

الف:پیالے
ب:نماز کی جگہ
ج:الف اور ب
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر143:-مذکورہ حدیث میں---کا تذکرہ ہے۔

الف:حضرتِ ابو دردہ اور حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنھما
ب:حضرتِ ابو دردہ اور حضرتِ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھما
ج:حضرتِ ابو بردہ اور حضرتِ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھما
د:حضرتِ ابو بردہ اور حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنھما

سوال نمبر144:-مذکورہ حدیث میں حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرتِ ابو بردہ رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ:-میرے گھر چلیے میں آپ کو-

الف:پیالف:حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نوش فرمائے ہوئے برتن میں پانی پلاتا ہوں لے
ب:آپ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز پڑھی ہوئی جگہ پر نماز پڑھواتا ہوں
ج:الف اور ب
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر145:-مذکورہ حدیث میں حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرتِ ابو بردہ رضی اللہ تعالی عنہ کو

الف:ستو پلایا
ب:کھجور کھلائی
ج:حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز پڑھی ہوئی جگہ پر نماز پڑھوائی
د:الف،ب اور ج

سوال نمبر146:-اِسلام میں تبرک پر---دلائل موجود ہیں۔

الف:کثیر
ب:قلیل
ج:صرف ایک
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 147:- وبالجملة في الاسلام دلائل كثيرة على ثبوت التبرك بالاشياء المقدسة ک---۔
الف:القرآن ب:شعائرالاسلام ج:الف اور ب د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 148:- شریعت کے دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بندہ اِسلام میں--- کے ساتھ داخل ہوجاتا ہے۔
الف:نماز پڑھنے ج:دو گواہیاں دینے
ب:زکوۃ ادا کرنے د:روزہ رکھنے

سوال نمبر 149:- بندہ اس بات کی گواہی دینے کے ساتھ اِسلام میں داخل ہوجاتا ہے کہ---
الف:اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ج:الف اور ب
ب:حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 150:- ایک مسلمان کا--- دنیا میں محفوظ ہوجاتا ہے۔
الف:خون ج:عزت
ب:مال د:الف، ب اور ج

سوال نمبر 151:- آخرت کا گھر مومنین کے لیے---کا گھر ہے۔
الف:تعظیم ب:عذاب ج:آزمائش د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 152:- مؤمن آخرت کے گھر میں اپنے---کے ذریعے نجات پائے گا۔
الف:ایمان ب:اَعمال ج:رشتہ دار د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 153:- حضور ﷺ نے فرمایا:- "اللہ تعالی نے اس شخص پر آگ کو حرام کردیا ہے جس نے اللہ کی رضا چاہتے ہوئے---۔
الف:نماز پڑھی ب:لا الہ الا اللہ کہا
ج:روزہ رکھا د:حج کیا

سوال نمبر 154:- جب کوئی مسلمان گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار ہو تو وہ اس میں---
الف:ہمیشہ رہے گا ج:نجات نہیں پائے گا
ب:ہمیشہ نہیں رہے گا د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 155:- جو مسلمان گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار ہو وہ---کے ذریعے اس سے نجات پائے گا۔
الف: کلمۂ طیّبہ ج:الف اور ب
ب: کلمۂ توحید د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر 156:- يخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن--- من خير۔

الف: شعیر ب: برۃ ج: ذرۃ د: الف، ب اور ج

سوال نمبر 157:- جس کے لیے یقین کے ساتھ اِسلام کا عقد ثابت ہوجائے تو اسے --- کے بغیر اسلام سے نہیں نکالا جائے گا۔

الف: یقین ج: گمان
ب: ظنّ غالب د: شک

سوال نمبر 158:- بغیر واضح دلیل کے تکفیرِ مسلم سے لوگوں کو ڈرانا --- ہے۔

الف: جائز ج: ممنوع
ب: لازم د: مُستحب

سوال نمبر 159:- کسی مسلمان کو بغیر ایسی دلیل کے کافر نہیں قرار دیا جائے گا جو سورج کے دن کے --- حصے میں چمکنے سے زیادہ روشن ہو۔

الف: اِبتدائی ج: چوتھائی
ب: تِہائی د: آخری

سوال نمبر 160:- نماز پڑھنے اور توحید کا اقرار کرنے والوں کا خون بہانا --- ہے۔

الف: خطا ب: جائز ج: کفر د: مستحب

سوال نمبر 161:- ہزار کافروں کو زندہ چھوڑ دینے کی خطا اس خطا سے زیادہ آسان ہے کہ ---

الف: ایک مسلمان کا خون بہایا جائے ج: نماز ترک کی جائے
ب: کلمۂ کُفر کہا جائے د: والدین پر ظُلم کیا جائے

سوال نمبر 162:- شریعتِ مطہرہ نے --- کے بغیر مسلمان پر کُفر کا حکم صادر کرنے سے شدت کے ساتھ ڈرایا ہے۔

الف: واضح اور اِشکال سے سلامت دلیل ج: شک
ب: ظنّ غالب د: گمان

سوال نمبر 163:- "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ --- الخ" --- پر دلالت کرتی ہے۔

الف: تکفیرِ مسلم سے روکنے ج: اَحکام شرع
ب: مسلمان کی شان د: راہِ خدا میں خرچ کرنے

سوال نمبر 164:- ایسے شخص کو قتل کرنے سے بچو جس کے اِسلام اور کُفر کا معاملہ تم پر --- ہو۔

الف: مشتبہ ج: ظنّ غالب
ب: واضح د: ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر165:-ولا تقدموا علی قتل احد الا علی قتل من علمتموہ یقینا حربال--

الف:کم ب:للہ ج:رسوہ د:الف،ب اور ج

سوال نمبر166:-حضور ﷺ نے فرمایا:-"جس نے اپنے بھائی سے کہا"اے کافر!"تو---اس "کلمہ کے ساتھ لوٹے گا

الف:دونوں ب:دنوں میں سے ایک ج:جسے کہا گیا د:کوئی بھی نہیں

سوال نمبر167:-جس نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا،اور وہ ایسا نہ تھا،تو وہ کلمہ---پر پلٹ آئے گا۔

الف:دونوں پر ب:جسے کہا گیا اس پر ج:کہنے والے پر د:کسی پر بھی نہیں

سوال نمبر168:-جس نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا،اور وہ ایسا نہ تھا تو---کافر ہو جائے گا۔

الف:دونوں ب:دنوں میں سے ایک ج:جسے کہا گیا د:کوئی بھی نہیں

سوال نمبر169:-مذکورہ احادیثِ مبارکہ اور ان جیسی دیگر روایات میں تکفیرِ مسلم میں جلدبازی سے---ہے۔

الف:بڑا ڈرانا ب:بڑی نصیحت ج:بڑی فضیلت د:الف اور ب

سوال نمبر170:-بندے کو ایمان سے نہیں نکالتا مگر وہ---۔

الف:جو اس نے اعمال کیے ب:جس نے اسے ایمان میں داخل کیا ج:جو اس نے مال کمایا د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر171:-"بندے کو ایمان سے نہیں نکالتا مگر وہ جس نے اسے ایمان میں داخل کیا"یہ قول---نے نقل کیا۔

الف:اِمام طَحاوی ب:اِمام ابو یوسف ج:اِمام زُفر د:اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہم

سوال نمبر172:-مذکورہ قول اِمام طَحاوی نے---سے نقل کیا۔

الف:اِمام اَعظم ب:اِمام اَعظم کے اصحاب ج:اِمام شافعی کے اصحاب د:الف اور ب

سوال نمبر173:-جب کسی کے مُرتَد ہونے کا---ہو جائے تو اس پر اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

الف:یقین ب:ظنّ غالب ج:شک د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر174:-جب اِسلام ثابت ہو گیا تو وہ---سے زائل نہیں ہو گا۔

الف:یقین　ب:ظنّ غالب　ج:شک　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر175:----بلند ہے۔

الف:اِسلام　ب:عیسائیت　ج:یہودیت　د:ہندومت

سوال نمبر176:-عالم کو چاہیے کہ کسی معاملے میں تکفیر میں جلدی نہ کرے کہ اِسلام کے صحیح ہونے کا فیصلہ ---سے ہوگا۔

الف:اہلِ اِسلام　ب:اہلِ کفر　ج:الف اور ب　د:کسی سے بھی نہیں

سوال نمبر178:-بے شک مسلمان کو کافر قرار دینا اس کے---کو حلال کر دیتا ہے۔

الف:خون　ب:مال　ج:الف اور ب　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر179:-جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے منافی کوئی بات نہ کہی اس کے متعلق---واجب ہے۔

الف:توقف　ب:زبان کو روکے رکھنا　ج:حکمِ کُفر لگانا　د:الف اور ب

سوال نمبر180:-کسی کو کافر کہنے میں---ہے۔

الف:خطرہ　ب:سلامتی　ج:نصیحت　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر181:-خاموشی میں کوئی---نہیں۔

الف:سلامتی　ب:خطرہ　ج:نصیحت　د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر182:-ہمارے ائمہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر کسی کلام میں 99 اِحتمالات کفر کے ہوں اور 1 اِحتمال ایمان کا ہو، تو جب تک اس سے اِسلام کے خلاف ثابت نہ ہو تب تک اس کے کلام کو---پر محمول کرنا واجب ہے۔

الف:اِسلام　ب:کُفر　ج:توقّف　د:الف ا د:ان میں سے کچھ نہیں و ر ب

سوال نمبر183:-مذکورہ موقّف---کا ہے۔

الف:اَعلیٰ حضرت　ب:علامہ فضلِ حق　ج:ملّا علی قاری　د:اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہم

سوال نمبر184:-علماء نے ذکر کیا ہے کہ اگر کُفر سے متعلق کسی مسئلہ میں 99 اِحتمالات کُفر کے ہوں اور 1 اِحتمال اس کی نفی کا ہو، تو مفتی اور قاضی کے لئے لازم ہے کہ وہ---کو اختیار کرے۔

الف:کُفر والے اِحتمال
ب:نفیِ کُفر والے اِحتمال
ج:سُکوت
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر185:-مذکورہ موقّف اَعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے---سے نقل فرمایا۔
الف:ملّا علی قاری
ب:علامہ فضلِ حق
ج:اِمام اَعظم
د:اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہم

سوال نمبر186:-مذکورہ موقّف اَعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے---سے نقل فرمایا۔
الف:شرح فِقہ الا کبر
ب:شرح نخبۃ الفکر
ج:شرح تھذیب
د:شرح معانی الآثار

سوال نمبر187:-اگر کسی مسئلہ میں ایسی کئی صورتیں ہوں جو تکفیر کا تقاضا کرتی ہوں اور ایک صورت ایسی ہو تو تکفیر سے روکتی ہو، تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ---کو اختیار کرے۔
الف:تکفیر والی صورتوں کو
ب:تکفیر سے روکنے والی صورتوں کو
ج:سُکوت کو
د:ان میں سے کچھ نہیں

سوال نمبر181:-مذکورہ موقّف اَعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے---سے نقل فرمایا۔
الف:خلاصۃ الفتاویٰ
ب:جامع الفُصولین
ج:مُحیط البُرھانی
د:الف، ب اور ج

سوال نمبر182:-اگر کہنے والے کی نیت وہی اِحتمال تھا جو کُفر کو روکتا ہے تو وہ---ہے۔
الف:مسلمان
ب:کافر
ج:گمراہ
د:مُرتَد

سوال نمبر183:-اگر قائل کی نیت نفیِ کُفر کا اِحتمال نہیں تھا، تو مفتی کے اسکے کلام کو ایمان والے اِحتمال پر محمول کرنے کے باوجود وہ---ہو جائے گا۔
الف:مسلمان
ب:کافر
ج:گمراہ
د:مُرتَد